رجسٹرڈ نمبر ال ۲۱۱

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم

نمبر ۵	مئی ۱۹۲۸ء	جلد ۵۰

فہرست مضامین

تصاویر:- حضرت انیس مرحوم۔ شاہجہاں کی نظر بندی و نور جہاں

۱۔ کلام انیس
از سید مسعود حسن رضوی ادیب ایم۔ اے رکن ہندستانی اکیڈمی ۳۸۵

۲۔ تعلیمات بدھ (مسٹر سی۔ ایف۔ اینڈریوز)
از مسٹر ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے ۳۹۹

۳۔ بوڑھا فلسفی (ڈراما)
از سید امتیاز علی تاج بی۔ اے ایڈیٹر پھول ۴۰۷

۴۔ عدل جہانگیری (ایک قصہ)
از راجہ غلام احمد خان فرزل ۴۲۰

۵۔ تنقید کتب
. . . . ۴۲۵

۶۔ سیر حقیقت
از مولانا عزیز لکھنوی ۴۳۳

۷۔ آندھی
از مولوی محمد یحییٰ تنہا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ۴۳۴

۸۔ شمیم پریشاں
از حضرت شمیم خیرآبادی ۴۳۶

۹۔ فلسفہ ہستی
از منشی سکھدیو پرشاد بسمل ۴۳۷

۱۰۔ ایک جنگلی پھول
از حضرت جگر بریلوی بی۔ اے ۴۳۸

۱۱۔ جذبۂ نو
از مولانا سلیم پانی پتی ۴۳۹

۱۲۔ نگھٹ
از مولوی محمد زبیر روحی ۴۴۰

۱۳۔ علمی خبریں و نوٹس ۴۴۱

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ ۵

قیمت فی پرچہ ۸

قیمت ممالک غیر سے ... سالانہ ششماہی للعہ ہندوستان کے لیے ششماہی ...

لیوس پٹرولیم کمپنی لمیٹڈ رنگون

کے حصے برائے فروخت

اس کمپنی کا سرمایہ چالیس لاکھ روپیہ ہے جسے کمپنی کو دو کروڑ روپیہ تک بڑھانے کا اختیار ہے جو بشرح پچاس روپیہ فی حصہ کے حساب سے اسی ہزار حصوں پر منقسم ہے بیس لاکھ روپیہ مالیت کے حصے تو محفوظ ہو چکے ہیں اور پبلک کو صرف بیس لاکھ روپیہ کے حصوں کے خریداری کا موقعہ دیا گیا ہے چونکہ ان حصوں کی بڑی مانگ ہے مایوسی سے بچنے کیلئے آپکو انکے لیے اپنی درخواست بہت جلد بھیج دینا چاہیئے۔ مفصل پراسپکٹس منگانا چاہتے ہوں تو ٹکٹ دار لفافہ پر اپنا پتہ لکھکر بھیج دیجئے میمورینڈم اور آرٹیکلس آف ایسوسی ایشن دو روپیہ میں پوسٹ فری منگا لیجئے۔ خط و کتابت پتہ ذیل ہی ہونا چاہیئے

لیوس پٹرولیم کمپنی لمیٹڈ رجسٹرڈ آفس

۴۳ سیول پیگوڈا روڈ رنگون

یا منیجران و سول ایجنٹان ملر بلا نتھ لمیٹڈ

رنگون پوسٹ بکس ۴۱۸

کلکتہ پوسٹ بکس ۹۰۱۹ — مدراس پوسٹ بکس ۱۲۸۶

جن اضلاع میں ہنوز ہمارے قائمقام مقرر نہیں ہوئے ہیں وہاں کیلئے ایجنسیوں کی درخواستیں

میسرز ملر بلا نتھر لمیٹڈ کے نام

ان کے رنگون۔ کلکتہ۔ مدراس۔ کے دفتر کے پتہ سے آنا چاہئیں۔ حصوں کے فروخت کرنیکے واسطے دلالوں اور کمیشن کی ہندوستان اور سیلون کے سب شہروں میں ضرورت ہے

آکسیجن والی چہرے کی کریم

کوئی چیز وین یوسا کے برابر جلد کو تر و تازہ اور عمدہ حالت میں رکھنے والی نہیں ہے اس کریم میں آکسیجن کی زندگی بخش خاصیت موجود ہے۔ وین یوسا جلد کو حیرت انگیز طریقہ سے نرم۔ گوری اور صاف و شفاف بنا دیتی ہے۔ چہرے کی رنگت کو شدید گرمی اور گرد و غبار کے نقائص سے محفوظ رکھتی ہے۔ واقعی اسکے بدولت جلد کے اندرونی ریشوں میں ایک حیات تازہ پڑ جاتی ہے جس سے جلد قدرتی طور پر نہایت ملائم خوشنما اور تر و تازہ ہو جاتی ہے

صاف کرتی۔ تر و تازہ رکھتی اور حسن کو دوبالا کرتی ہے

وین یوسا ایک روپیہ کی قیمت میں سب انگریزی دوا سازوں اور عطر فروشوں سے مل سکتی ہے۔

وین یوسا

VENYUSA

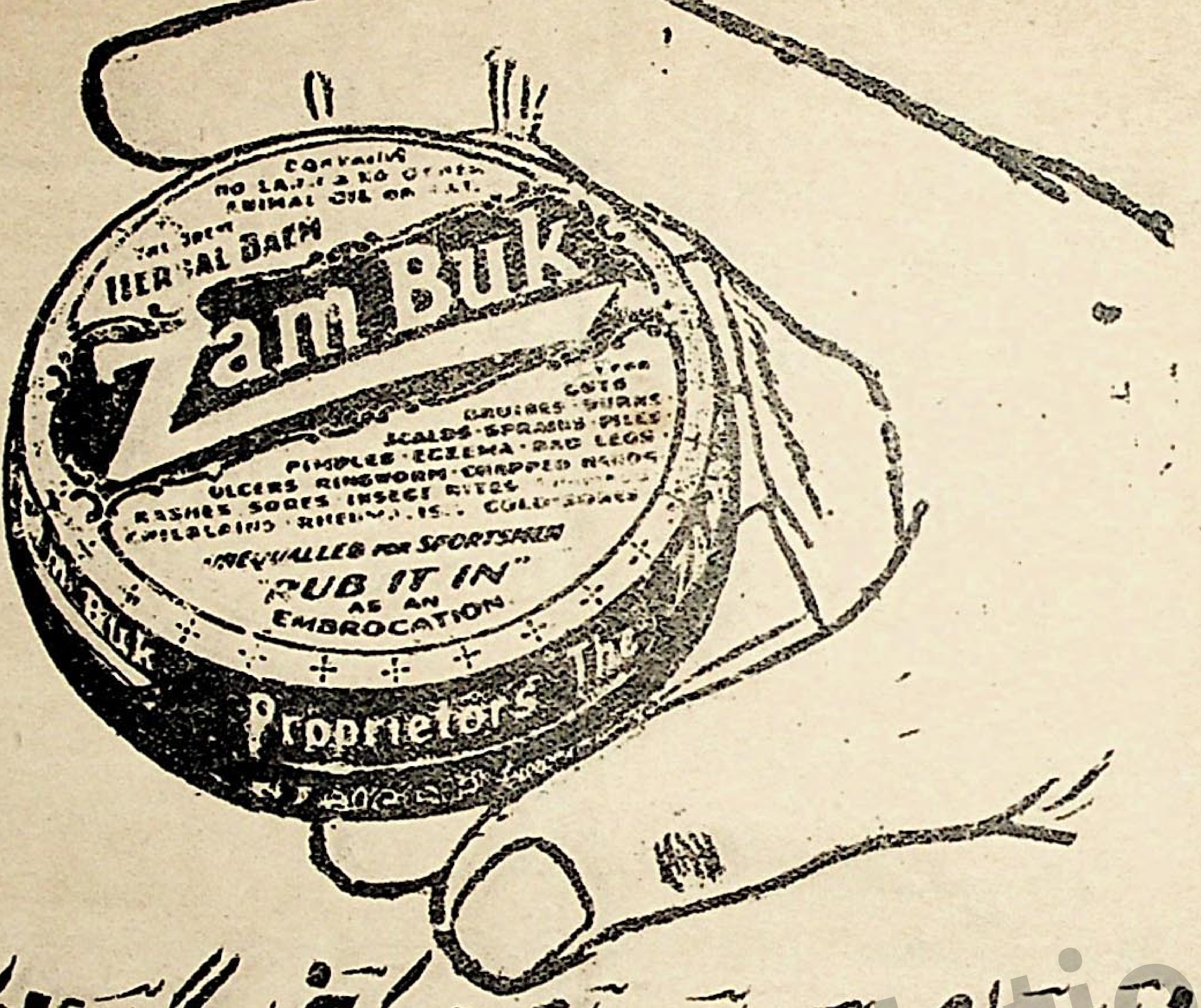

اگزیما پھوڑی داد بواسیر چاقو وغیرہ کی زخم اور گھاؤ وغیرہ کیواسطے

زمبک سے جلدی بیماریوں کو جو عجیب و غریب فائدے پہنچے ہیں اسکی روز افزوں تعداد دیکھتے ہوئے اسکو ہم بجا طور پر دنیا کا سب سے بڑا مرہم کہہ سکتے ہیں لاکھوں آدمی اس مرہم کو شکل و صورت بگاڑنے والے جلدی امراض سے نجات حاصل کرنے کے واسطے روزانہ استعمال کرتے ہیں آپ کو جب کبھی کوئی جلدی تکلیف ہو تو عجیب و غریب زمبک کو ہر موقعہ پر استعمال کیجئے چاقو کے زخم۔ آگ سے جل جانے۔ چوٹ لگنے۔ کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے میں یا اس سے زیادہ سخت امراض مثلاً اگزیما پھوڑے۔ بواسیر۔ داد۔ زہریلے زخم یا گنج کی بیماری وغیرہ میں بھی یہ مرہم بہت مفید ہے۔

زمبک پر آپ ہمیشہ جلد کے آرام و فوائد پہنچانے کے متعلق بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اسبات کی ضمانت کیجاتی ہے کہ زمبک میں کسی قسم کی حیوانی چربی یا کوئی سخت معدنی دوا جو عام طور پر معمولی مرہموں میں پائی جاتی ہیں نہیں ہے

ہر قسم کی حیوانی چربی سے مبرا

سب انگریزی دوا فروش زمبک فروخت کرتی ہیں قیمت ایک روپیہ فی ڈبیہ بڑی ڈبیہ کی قیمت دو روپیہ ایجنٹ مسرس اسمتھ اسٹنسٹریٹ اینڈ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

زمبک Zam Buk

زمانہ بک ایجنسی کی قابل دید کتب

روٹھی رانی

جس میں مصنف نے حسن و عشق کی سچی داستان ناز و نیاز کا دلچسپ معرکہ اور تریا ہٹ کی دلچسپ مثال پیش کی ہے۔ کتاب قابل دید ہے قیمت صرف ۶/

مثنوی سحر

یعنی شگفتہ اور دلنشین منظوم حضرت سحر ہنگامی کے شاعرانہ کمال کا اعجاز اول اڈیشن قیمت ۶/ دوسرا اڈیشن ۸/ جس کی مصنف نے نظر ثانی کی ہے۔

زمانہ بک ایجنسی کان پور

مساوی قیمت پر فروخت کیلئے

پبلک کمپنی آئیل ویلس کے آئیل شیر (حصے)

بیچنے والے ایجنٹ مقرر ہیں اور ہندوستان کے سب حصوں میں کاروبار کر رہے ہیں۔

جلد سے جلد درخواستیں پتہ ذیل سے بھیجئے۔

"Shares"
c/o Post Box No 418
RANGOON.

شرطیہ علاج

فقیری آزمودہ دوا

شرطیہ علاج

فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس

شرطیہ علاج

فقیری آزمو

سفید داغ کی چٹکی دوا

میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ میری جڑی بوٹی کی دوا کے صرف تھوڑے دن استعمال کرنے سے بغیر چھوڑے و گھاؤ کے داغ اڑ کر اصلی چمڑے کے مانند ہو جاتا ہے۔ ضرور آزمائش کریں دام پانچ روپیہ

دمہ و کھانسی کی اکسیر دوا

اگر آپ دوا کرتے کرتے ہار گئے کچھ نہ ہوا تو جڑی بوٹی سے تیار شدہ میری فقیری دوا کو ایکبار ضرور آزمائش کریں اس سے پرانا دمہ کھانسی جڑ مول سے چلا جاتا ہے۔ شک نہ کریں دام پانچ روپیہ (صہ)

سفید بال جڑ سے کالا

اگر آپکے تھوڑے بال پکے ہیں تو "سبز م تیل" منگائیں اس سے بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا دام تین روپیہ اگر آپ کا بال پک گیا ہے تو کالا سفوف منگائیں اس سے بالوں کا یکبار گی بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا اور ساری عمر کالا رہے گا۔ دام بارہ روپیہ اعتقاد نہو تو شرط لکھا لیں۔

خونی اور بادی بواسیر

میں فقیر دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ بواسیر کیسی ہی پرانی ہو اسکے بیماری کو ایسی کھو دیتی ہے اور اس دوا کو ہمیشہ کیلئے جاتا رہتا ہے دام سات روپیہ آزمائش کیلئے صرف پانچ روپیہ

کالے سے گورا

سیاہی کو دور کر کے چہرہ کو چمکدار خوبصورت بنانے کیلئے یہ انمول دوا ہے اس سے جھائیں کالا داغ چیچک داغ کالا یا لال پھنسیاں سب دور ہو کر چہرہ خوبصورت گل گلاب کے پھول کے ہو جاتا ہے دام پانچ روپیہ

بجلی کی گولی

جیسا نام ویسا کام بھی ہے اسکے کھونے میں بڈھے بھی جوان سے لگتے رہتے ہیں ایک گولی کھانے سے ہر رنج سست ہو جاتا ہے جسنے اسے نہیں کھایا زندگی میں امنگ کا لطف نہیں اٹھایا شوقینوں کے بڑے کام کی چیز ہے دام پانچ روپیہ (صہ)

طاقت کی دوا

قوت مردانگی کو بڑھانے جوانی کو سو گنا بدن کو موٹا اور تندرست بنانے میں یہ دوا لاثانی ہے کمزوری سے ہر ایک طرح دبلا پتلا بیمار کمزور کتنا ہی تندرست مثل جوان کے طاقتور ہو جائیگا دام (صہ) پانچ روپیہ۔

پتہ۔ جڑی بوٹی میڈیکل ہال۔ کٹنی سمری دربھنگہ نمبر ۱۲۱

Taj Tahir Foundation

لال املی کے لیبل

لوگوں کو لال املی کی بے کار و بے مصرف نقل سے بچانے کی خاطر ہم ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ آئندہ سے وہ لال املی کی ہر ایک چیز پر ہمارے ٹکٹ لیبل یا چھاپ دیکھ کر اپنا اطمینان کر لیا کریں یہ ٹکٹ یا تو کپڑے کے ساتھ سِلے ہونگے یا کپڑے کے ساتھ لگے ہوں گے۔

جب آپکو خالص اونی فلالین سرج۔ ٹویڈ۔ بانات وغیرہ خریدنا ہو تو ضمانتی ٹکٹ دیکھنے پر اصرار کیجیے۔

سوئٹر، پل اوور، کمبل اور نیچے پہننے کے نہ سُکڑنے والے کپڑوں پر ہم نے لال املی کے لیبل لگا دیے ہیں اور لال املی کی لوئیوں پر لال املی چھاپ۔

لال املی کا نام اِس امر کی ضمانت ہے کہ آپ سو فیصدی خالص اونی اور ہنگی تشفی بخش چیز خرید رہے ہیں۔

دیکھ کر خریدیئے

رجسٹرڈ ٹریڈ مارک

اپنے شہر کی لال املی ایجنسی میں جا کر نمونے دیکھئے اور پسند فرمائیے۔ اگر وہاں ایجنسی نہ ہو تو براہ راست ہمیں لکھیئے ہم نمونے بھیج دینگے

کانپور وولن ملز کمپنی شاخ برٹش انڈیا کارپوریشن لمیٹیڈ پوسٹ بکس نمبر ۵ کانپور

LALIMLI
PURE WOOL

Taj Tahir Foundation

کھانے کے بعد درد وغیرہ کی کوئی شکایت نہیں

نفیس پلاؤ اور قورمہ وغیرہ کو شکم سیر ہو کر کھا لینے سے اکثر درد شکم وغیرہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ یہ شکایتیں درحقیقت ریاح اور کھاپ کے پیدا ہونے سے لاحق ہوتی ہیں۔ لیکن یہ خطرناک حالت "بسوریٹڈ میگنیشیا" کے استعمال سے فوراً دفع ہو سکتی ہے۔ جس کے بدولت ان دونوں خرابیوں کا فوری ازالہ ہو جاتا ہے اور درد کی تکلیف وہ شکایت بھی آناً فاناً بند ہو جاتی ہے۔ چاہے جس قسم کا درد شکم ہو دو چار چھوٹی چھوٹی سفید ٹکیوں کے استعمال یا پانی میں تھوڑا سا سفوف ڈالکر پینے سے رفع ہو جائے گا۔ بسوریٹڈ میگنیشیا

دنیا میں بدہضمی کی بہترین دوا ہے

یہ بچے بوڑھوں دونوں کیلئے یکساں مفید ہے
آج ہی آپ بازار میں اپنے دوا ساز سے بسوریٹڈ میگنیشیا کا ایک پیکٹ خرید لیجئے یا براہ راست ہمارے ایجنٹ مسرس۔ جی اٹکنسر اینڈ کمپنی ۲ کلائیو اسٹریٹ کلکتہ سے منگا لیجئے

بسوریٹڈ مگنیسیا
BISURATED' MAGNESIA

زمانہ

جلد ۵۰ — مئی سنہ ۱۹۲۸ع — نمبر ۵

میر انیس کے کلام مین صنعتون کا استعمال

از سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم. اے

صنعتون کا استعمال بذات خود شاعری نہیں ہے لیکن شاعر اگر ان کے استعمال میں سلیقے اور امتیاز سے کام لے تو کلام کے حسن اور اثر مین اضافہ کر سکتا ہے۔ بعض نام نہاد شاعرون نے صنعتون کے استعمال کو شاعری یا کلام کا مقصد اصلی سمجھ لیا۔ ان کی اس غلط فہمی نے اُن کے کلام کو شاعری کی حد سے نکالکر کبھی کبھی مہملیت کے درجے تک پہنچا دیا۔ یون تو جو صنعت بھی بدسلیقگی اور بے امتیازی سے صرف کیجائیگی وہی کلام کو سنوارنے کی جگہ اسکے دامن پر دھبہ بن جائیگی مگر جس صنعت نے ایک زمانے مین اُردو کے بعض شاعرون کی تخیل کا رخ ضلع جگت کیطرف موڑ دیا اور جس کی بدولت بعض شاعر لفظون کی بھول بھلیان مین پھنسکر معنی کا راستہ بھول گئے وہ رعایت لفظی ہے۔ جسکو علم بدیع کی اصطلاح مین صنعت مراعاۃ النظیر کہتے ہیں۔ بعض لوگون نے یہ حال دیکھکر اُسکے مطلق ناجائز ہونے کا فتوی دے دیا۔ لیکن یہ ان کی خطائے اجتہادی ہے یہی صفت اگر چند شرطون کے ساتھ استعمال کیجائے تو کلام کا زیور بنجاتی ہے۔ وہ شرطین یہ ہین کہ رعایت لفظی کلام کا مقصد نہ قرار دیجائے۔ اسکی وجہ سے بیان مین الجھاؤ اور محاورے مین خلل نہ پڑے بیجا تکلف اور بے لطف تصنّع ظاہر نہ ہو اور ذہن کسی غیر متعلق یا خلاف محل مفہوم کی طرف منتقل نہ ہونے پائے ان شرطون کی پابندی کرنا اور نہ کرنا رعایت لفظی کے حسن و قبح کا سبب بنجاتا ہے۔ حسن و قبح کے اعتبار سے اس صنعت کو تین قسمون مین تقسیم کر سکتے ہین ایک وہ جس سے کلام مین کوئی خوبی پیدا ہو جائے۔ دوسری وہ جس سے کلام مین کوئی خرابی واقع ہو جائے۔ تیسری وہ جس سے

نہ کوئی خوبی پیدا ہو نہ خرابی۔ پہلی کو مستحسن۔ دوسری کو ناجائز اور تیسری کو جائز کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ان تینون قسمون کی مثالیں دیجاتی ہین :-

مستحسن۔ از صاحب حرم چہ توقع کنند باز — آں ناکسان کہ دست بر اہل حرم زنند — مقبل

چوما ادب سے پائے امام انام کو — خم ہوگئے تمام نمازی سلام کو — انیس

جائز — پانی مین تھے نہنگ مگر تھی لبون پہ جان — انیس

دریا میں نہنگون کے جگر کانپ رہے ہین — پوشیدہ ہیں پانی میں مگر کانپ رہی ہیں — دبیر

ناجائز — شامی کباب تھے یہ ہوئی جب شمر فشان — اہل تتار نکلے ہرن رن سے تھے رواں — دبیر

مرغ دل کو توڑے گی بلی ترے دروازے کی — رخت تن کو کتر یگا چوہا تمہاری ناک کا — امانت

مستحسن اور ناجائز رعایتوں کے بھی مختلف درجے ہوتے ہیں۔ ناجائز رعایت کی جو مثالین ابھی دی گئی ہیں اُن میں اسقدر فرق ہے کہ پہلی کو اگر مکروہ سمجھیں تو دوسری کو حرام قرار دینا پڑیگا۔ رعایت لفظی کی طرح تمام صنعتون کے استعمال میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ صنعت کلام کا مقصد اصلی فوت نہ ہونے پائے بلکہ اگر فصاحت کے شرائط اور بلاغت کے لوازم کے ساتھ کوئی صنعت بھی بے تکلفی سے آجائے تو آجائے۔ یہ نہ ہو کہ صنعت لانے کی غرض سے کلام کے کسی نقص کیطرف سے آنکھین بند کر لی جائیں۔

کچھ صنعتیں ایسی بھی ہین جن کو علم بدیع کے قدیم ماہروں نے کلام کے صنائع میں شمار کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں کلام کے حسن اور اثر میں اُن کو مطلق دخل نہیں ہے اور شاعری و انشا پردازی سے انکو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلیے ان کو کلام کی صنعتین سمجھنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ان صنعتوں میں بعض ایسی ہیں کہ فن کتابت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً صنعت منشاری۔ منقوطہ۔ مہملہ۔ فوق النقاط۔ تحت النقاط۔ رقطا۔ خیفا۔

بعض ایسی ہیں کہ ان کو لفظی بازی گریاں اور لفظی شعبدہ بازیاں سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً

چونکہ ان صنعتون کو حسن کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسلیے جب تک کوئی بتانے والا بتا نہ دے یا کوئی اشارہ ان کا پتہ نہ دے اس وقت تک اُن کی موجودگی کا علم ہو جانا ایک اتفاقی امر ہوتا ہے۔

مثلاً ذیل کے بند میں

راہ ایسی سیہ بختی لشکر سے ہوئی تار — رات ایک طرف ظلمت دوزخ تھی نگون سار

ماس آئی نہ یہ جنگ ہوئے جینے سے بیزار — راز اسمیں یہ تھا تیغ گلے کا ہوئی تھی ہار

ہے صنعت مقلوب کل اول تو بجا ہے

آخر دل القلب ہر اک اہل جفا ہے

Taj Tahir Foundation

اگر شاعر خود نہ بتا دیتا تو کون سمجھتا کہ اس بند کے پہلے دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع کے آخری لفظوں کے اُلٹنے سے بالترتیب دوسرے تیسرے چوتھے اور پہلے مصرع کے ابتدائی لفظ بنتے ہیں۔ اس صنعت سے کلام میں کوئی حسن تو نہ آیا البتہ ایک بے لطف تکلف پیدا ہو گیا۔ اور شاعر کو اپنا سلسلۂ کلام قطع کر کے پانچویں مصرع میں یہ بتانا پڑا کہ اس بند میں فلاں صنعت استعمال کی گئی ہے۔ جو لوگ استعمالِ صنائع کو کلام کا مقصود سمجھیں وہ اس بند پر وجد کریں لیکن مذاقِ سلیم کا فیصلہ تو یہی ہے کہ کسی صنعت کی خاطر کلام میں بے ربطی پیدا کر لینا ادب کے قانون میں ایک سنگین جرم ہے جو صنعتیں حقیقت میں شاعری اور انشا پردازی سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں اُن سے کلام میں حسن تو خیر آ ہی نہیں سکتا۔ اُن کے استعمال کا انتہائی کمال یہ ہے کہ کلام میں کوئی نقص نہ پیدا ہو۔

اس میں شک نہیں کہ ان صنعتوں کا استعمال بھی بجائے خود ایک مشکل صنعت ہے۔ اور جب تک ایک خدا داد صلاحیت کی تائید حاصل نہ ہو کوئی شخص اُن کے استعمال پر غیر معمولی قدرت نہیں رکھ سکتا لیکن ان صنعتوں کے استعمال کا ملکہ اور چیز ہے اور شاعری اور چیز ہے۔ جو صناع ان صنعتوں میں کمال رکھتا ہے وہ شاعر نہیں بلکہ ایک طرح کا بازی گر اور شعبدہ باز ہے کہ لفظوں اور حرفوں کے الٹ پھیر سے طرح طرح کے کرتب دکھا کر لوگوں کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

جو صنعتیں کلام کا زیور ہیں اُن کے استعمال کے لیے بھی ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ حسن کی آرایش کر سکتا ہے نہ افزائش جب تک سلیقہ اُسکا ساتھ نہ دے۔ اگر کوئی گلے کا زیور پانوں میں اور ناک کا زیور کان میں لٹکائے یا زیوروں اور اعضا میں تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے بہت زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہو گا۔ یہی کہ جو کچھ خدا کا دیا تھوڑا بہت حسن ہو گا وہ بھی رخصت ہو جائیگا۔ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صنعتوں کی کثرت نہیں بلکہ اُن کا حسنِ استعمال دلیلِ کمال ہے۔

ان چند اصولی باتوں کو نظر میں رکھیے اور اُردو کے شاعروں پر ایک نگاہ دوڑائیے تو معلوم ہو گا کہ صنعتوں کے استعمال میں میر انیس کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ نسیم لکھنوی نے بھی اس فن میں بڑا نام کیا ہے۔ لیکن ان میں اور میر انیس میں بڑا فرق ہے۔ نسیم نے رعایت لفظی یعنی صنعت مراۃ النظیر کے استعمال میں تو وہ کمال دکھایا کہ کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ لیکن اور صنعتوں کو بہت کم ہاتھ لگایا ہے۔ برخلاف اسکے میر انیس نے اکثر صنعتوں کو اس خوبی سے استعمال کیا ہے کہ اس خصوص میں بھی اردو شاعری اُن کا نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

Taj Tahir Foundation

جو لوگ صنعتوں کے محض استعمال اور حسنِ استعمال میں امتیاز نہیں کر سکتے اور صرف صنعتوں کی کثرت کو صناع کے کمال کی دلیل سمجھتے ہیں اُن کی نظر میں بھی میر انیس کا پایہ بہت بلند رہے گا۔ میر صاحب نے اپنے کلام میں صنعتوں کے دریا بہا دئے ہیں۔ لیکن چند خاص وجہیں ہیں جن سے میر صاحب کی شاعری کے اس پہلو پر لوگوں کی نظر نہیں پڑتی۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ میر انیس کے کلام میں شاعری کے وہ تمام محاسن جو صنائع سے کہیں زیادہ وقعت رکھتے ہیں اس کثرت سے جمع ہیں کہ ان کے ہجوم میں صنعتوں کی طرف نظر نہیں جاتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میر انیس نے صنعتوں کو اتنا نمایاں نہیں ہونے دیا ہے کہ وہ معنی سے اوپر ابھر جائیں اور ذہن کو معنی کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرلیں صنعتوں کے استعمال کا کمال یہی ہے کہ اُن سے کلام کے حسن میں اضافہ ہو جائے اور اُن کی موجودگی کا احساس بھی نہ ہو۔ صنعت کی غرض بھی خود صنعت نہیں بلکہ حسن کلام ہے۔ کلام کا حسن بڑھانے میں معنوی صنعتیں لفظی صنعتوں سے کہیں زیادہ کام کرتی ہیں اسلیے میر انیس نے انھیں کی طرف زیادہ توجہ کی ہے اور ایسی صنعتیں بہت ہی کم کو گویا نہیں استعمال کی ہیں جن سے کلام کے حسن اور اثر میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور نہ وہی صنعتیں استعمال کی ہیں جن کی طرف سامع کا ذہن آسانی سے منتقل نہیں ہو سکتا۔ خود کہتے ہیں ع سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صنعت ہے وہی۔

انیس کے زمانے میں رعایت لفظی کے استعمال کا وہ زور تھا کہ لوگ اسی کو اصل شاعری سمجھنے لگے تھے اپنے ماحول سے بالکل متاثر نہ ہونا تو انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ انیس نے بھی اس صنعت کو خوب استعمال کیا لیکن اُن کے صحیح مذاق نے وہ اعتدال قائم رکھا کہ ان کے کلام میں ابتذال کا رنگ نہیں آنے پایا۔ ابتدائے کلام میں کہیں کہیں یہ رعایت حد مناسب سے کسی قدر تجاوز بھی کر گئی ہے لیکن مشاقی کے بعد تو شاید ان دو مثالوں کے سوا تیسری مثال نہ ملیگی ع خال رُخ دیکھا تو گھر خالصے لگ جائیگا ع کہیں کوثر کے تو چھینٹوں میں نہیں آیا ہے۔ اس زمانے میں تو ان دونوں مصرعو نے مذاق عامہ سے بڑی داد لی ہوگی لیکن ایسی لفظی رعایتیں ہمارے ذوق پر گراں ہوتی ہیں جن کی حد ضلع جگت کی سرحد سے ملجاتی ہے۔ ان دونوں مصرعوں پر بھی اسی وقت تک اعتراض کی انگلی اُٹھ سکتی ہے جبتک وہ اپنے مقام سے علیحدہ کر کے دیکھے جاتے ہیں ورنہ باکمال شاعر نے جس محل پر انھیں رکھ دیا ہے وہاں یہ اعتراض کی زد سے بالکل محفوظ ہیں۔ یہ دونوں مصرعے یزیدی فوج کے سردار عمر ابن سعد کی تقریر میں آتے ہیں۔ میر انیس نے امام حسین اور اُن کے رفیقوں کی گفتگو میں ایسی مبتذل رعایتیں کبھی نہیں رکھیں۔ اس طرح زبان خاموشی سے انیس نے گویا یہ

Taj Tahir Foundation

بھی بتا دیا کہ یہ سوقیانہ اور بازاری طرز کلام ہے جو سنجیدہ اور ثقہ لوگوں میں مقبول نہیں ہے۔

اب میں کلام انیس سے مختلف صنعتوں کی مثالیں پیش کرتا ہوں گرچند مثالیں تو ہر شخص کے کلام میں ڈھونڈھ لی جاسکتی ہیں حقیقت میں انیس کا کمال اس وقت ظاہر ہوگا جب آپ ان کا بہت سا کلام پڑھ کر خود دیکھیں کہ انھوں نے صنعتوں کا استعمال کس کثرت اور کس حسن سے کیا ہے۔

۱۔ تجنیس تام

ع خیبر میں کیا گزر گئی روح الامین پر
کاٹے ہیں کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

ع کیا دحنل جو بے دم بے دم بھر کہیں دم لے۔ (تلوار)

ع پتلی پہ ہو پتلی تو نہ آنکھوں کو خبر ہو۔ (گھوڑا)

ع وہ قلب ہے جس قلب میں بغض ان کا بھرا ہے۔

ع سارے نہال فیض قدم سے ہوے نہال

ع پیارے ہمارے بھائی کو بھائی ہے کیا جگہ

۲۔ تجنیس مرکب

پائی تھی عجب ہاتھ نے غازی کے صفائی
بس صاف تھی وہ جو کہ نہ تیغ صف آئی

ع اب رو ہے سامنے نہ وہ ابرو ہزار حیف۔

ع ہر آئینہ سے بہتر و خوشتر ہر آئینہ

۳۔ تجنیس معترف

ع مُردوں کا مارنا نہیں مردوں کا کام ہے۔

ع صفین میں لشکر کی صفیں ہوگئیں بے سر

ع ریحاں یہی۔ روح یہی روح یہی ہے۔

ع جب یوں بڑھائے دل تو سواروں کے دل بڑھے

۴۔ تجنیس لاحق

ع ستا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا

ع فوجیں ہیں کہ موجیں ہیں یہ دریا ہے کہ لشکر

ع بچے نے آج پست کیا پیل مست کو

ع واں خود اماں کی طرح کماں گوشہ گیر تھی۔

Taj Tahir Foundation

ع ثابت کسی سرکش کے نہ ترکش کی سری تھی
ع چشم کشودہ صاف کمان کشیدہ ہے۔

۵۔ شبہ اشتقاق

ع صفین میں صفوں کی صفائی بھی یاد ہے۔
ع دانتوں سے لڑائے کوئی موتی کی لڑی کو۔
ع میداں کو ادھر باد بہاری نے بہارا

۶۔ تجنیس زائد

ع صاحب ہو تو ایسا جو مصاحب ہو تو ایسا
ع چاہیں تو وہ سبیل کریں سلسبیل کو

۷۔ تجنیس خطی

ع بل کھا کے اس طرف سے کوئی یل بڑھا اگر

۸۔ تجنیس مرفو

ہ خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دوسر کا — ہات اڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سرکا

۹۔ تجنیس قلب

ہ فرفر رواں ادھر سے دم جست و خیز تھا — الٹا پھرا ادھر سے تو رفرف سے تیز تھا
ہ فرفر نفس کی آتی تھی نتھنوں سے جب صدا — کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رفرف یہ بادپا

۱۰۔ ردالعجز علی الابتدا مع رد العروض علی الصدر

ہ شاد اس کو کیا جس نے مجھے جس نے کیا شاد — بیداد ہوئی اس پہ تو مجھ پر ہوئی بیداد

۱۱۔ صنعت محاذ

آغاز جز تھا کہ ہوئی تیروں کی بوچھار — شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج میں رہوار — رہوار کی چل پھر میں صفیں پس گئیں دوچار
اس شان سے لخت دل شبیر صمد آیا
گویا صف آہو پہ یکایک اسد آیا

اس بند کے دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرعہ میں صنعت محاذ ہے

۱۲۔ تضمین المزدوج

Taj Tahir Foundation

ع کھینچے جو کماں دے نہ اماں پیل دماں کو

ع رُخ زرد دل میں درد بدن سرو تشنہ کام

ع شمشیر جاں ستاں و سناں و کماں و تیر

ع دارِ عنا مقامِ فنا منزلِ محن

ہ ابر کرم خدیو عجم خسرو عرب — عالی ہمم امام امم شاہ تشنہ لب

۱۳- سیاق الاعداد

ہ ششدر نہیں ہوتے جو شجاعت کے دھنی ہیں — تم چار ہو ہم دو ہیں مگر پنجتنی ہیں

ہ پنجہ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتا تھا بار بار — عالم میں پنجتن کی بزرگی ہے آشکار
پہ شش جہت انھیں کے قدم سے ہے برقرار — کیوں ہفتہ دوست ہوتے ہوا قوم نابکار
آٹھوں بہشت ملتے ہیں مولا کے نام سے
بیعت کرو حسین علیہ السلام سے

ہ حامی ہو ایک تن بھی تو آفت کی ہے سپر — یاں پنجتن ہیں پھر ہمیں کیا خوف کیا خطر
ششدر رہوں کس لیے جو سقر کے ہیں سات در — آٹھوں بہشت شاہ کے ہیں دوستوں کے گھر
نہ آسماں سے بھی کہیں درجے رفیع ہیں
چودہ خدا کے دوست ہمارے شفیع ہیں

۱۴- ذو قافیتین مع الحاجب

ہ مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑ گیا — قامت سے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا

۱۵- صنعت مہملہ یا غیر منقوطہ

ہ وہ طاہر و اطہر ہو اگر معرکہ آرا — معلوم ہو حملہ اسد اللہ کا سارا
آگاہ ہو کس طرح کہو عمر کو مارا — صمصام کا اک وار ہوا کس کو گوارا
واللہ گر اک دم کو وہ صمصام علم ہو
ہر روح کو اس دم ہوس ملک عدم ہو
اس طرح کا والا ہمم اس طرح کا سردار — اس طرح کا عالم کا ممد اور مددگار
وہ مصدر الہام احد محرم اسرار — وہ اصل اصول کرم داور دادار
حاصل- اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا

Taj Tahir Foundation

مارا اگر اس کو اسد اللہ کو مارا

۱۶۔ صنعت تلمیح

ہ روحی فداک۔ اے قمر برج ہل اتا   قلبی لدیک۔ اے گہر تاج لافتا

ع العظمۃ للہ کی صدا برق سے نکلی۔

ع صلو علی النبی کی بیاباں میں دھوم تھی۔

ع غضب اللہ علیہم کے عیاں تھے آثار۔

ع اے خداوند جہاں خُذ بیدی خُذ بیدی۔

ع دم بدم لب پہ ہے این ابی این ابی

۱۷۔ تنسیق الصفات

عاشق۔ غلام۔ خادم دیرینہ۔ جان نثار   فرزند۔ بھائی۔ زینت پہلو۔ وفا شعار

راحت رسان۔ مطیع۔ نمودار۔ نامدار   جرار۔ یادگار پدر۔ فخر روزگار

صفدر ہے۔ شیر دل ہے۔ بہادر ہے۔ نیک ہے

بے مثل سیکڑوں میں۔ ہزاروں میں ایک ہے

ہ خوش خو خوش خرام خوش اندام و خوش لگام   گل پوش و تیز ہوش و سمن گوش و سُرخ فام

۱۸۔ صنعت ایہام

ع اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں۔

ع قطرے کو جو دوں آب تو گوہر سے ملادوں۔

ع اک ایک کوس راہ جبل میں پہاڑ تھا۔

ع ایسا گنہ کیا ہے کہ کچھ جس کی حد نہیں (اصطلاح شرع میں حد گناہ کی سزا کو کہتے۔

ع چپ ہوں مگر زباں ہے وہی اپنے کام میں۔

۱۹۔ ایہام تناسب

ہ مجلس کو رنگ نظم سے رشک چمن کروں   مداحی حسین بوجہ حسن کروں

ہ چھوڑے اگر شعاع کی چلمن نہ آفتاب   کیا تاب ہو کہ لاسکے اسکی چمک کی تاب

۲۰۔ صنعت طباق یا تضاد

ع جب بند چلیں صفیں تو علم کھل گئے تمام

ع مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند۔
" تو عالم و دانا ہے کہ میں ہیچمداں ہوں۔
" ثابت نہ ہوا کب صفِ اوّل ہوئی آخر۔
" پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے۔

۲۱- ایہام تضاد

ع وابستہ بھلا اپنا بُرا کرتا ہے کوئی۔
" سر پہ یا دھوپ ہے یا چھاؤں ہے تلواروں کی۔

۲۲- تاکید المدح بما یشبہ الذّم

؎ زوج اسکا ہے اقلیم امامت کا شہنشاہ پر دولتِ دنیا سے ہے اِن دونوں کو اکراہ

۲۳- تجاہل عارف

ع فوجیں ہیں کہ موجیں ہیں یہ دریا ہے کہ لشکر

۲۴- مراعاۃ النظیر

؎ رہوار بڑھے جاتے ہیں باگوں کو سنبھالو حلقہ ہے۔ کڑی آنکھ زرہ پوشوں پہ ڈالو
؎ چوما ادب سے پائے امامِ انام کو ختم ہوگئے تمام بنا زی سلام کو
؎ مانند سبحہ رشتۂ ایماں قوی کرے دانا وہ ہے امام کی جو پیروی کرے
؎ جوشن یہی ہے بازوئے برنا و پیر کا بعد اسکے خاتمہ ہے صغیر و کبیر کا
؎ کوسوں گئے پانی کے تجسس میں ہوا خواہ جز خاک نہ چشمہ کہیں دیکھا نہ کہیں چاہ
؎ لکھے ہوئے ہیں شیروں کے حملے کتاب میں فصلیں ہیں انکے ہند کی خیبر کے باب میں
؎ چلے جب شان سے چلنے کے دن آئے سائے میں پلے دھوپ میں جلنے کے دن آئے
مرجھائے جو سبزے کے نکلنے کے دن آئے رُت پھر گئی جب پھولنے پھلنے کے دن آئے
افسوس مزا عالم فانی کا نہ دیکھا
کچھ تم نے ثمر باغ جوانی کا نہ دیکھا

ع بچپن میں لڑکے زور جوانی دکھا دیا۔
" وہ دُم ہے یہ دُر جان لڑتی رہتی ہے جس سے۔
" پکڑی کلائی ہاتھ سے بازوئے شاہ نے۔

Taj Tarin Foundation

۲۵۔ لف و نشر

ھ یہ لب یہ خط یہ چشم یہ ابرو یہ رخ یہ خال — یاقوت و مشک و نرگس و نجم و مہ و ہلال

(دونوں مصرعوں میں نصف اول میں لف و نشر مرتب اور نصف آخر میں لف و نشر معکوس الترتیب ہے)

ھ شمشیر جاں ستاں و سناں و کمند و تیر — بے آب و سر بریدہ و ثر ولیدہ و حقیر

ھ وہ سم وہ نعل اور وہ سینہ و ترک و تاز — بدر و ہلال و آئینہ و کبک و شاہباز

ھ چھٹتی تھیں۔ بھاگی جاتی تھیں۔ گرتے تھے خاک پر — قبضوں سے تیغیں جسم سے روحیں۔ تنوں سے سر

ھ اڑ جاتے تھے۔ گرتی تھی۔ نکلجاتی تھی سن سے — سر تن سے۔ سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

ھ واللیل و والضحیٰ رخ روشن خط سیاہ — لعل و غزال و گل لب و رخسار و چشم شاہ

ھ ابرو و زلف و روشب قدر و ہلال و ماہ — نیر و سناں و زہ مژہ و سرمہ و نگاہ

۲۶ صنعت مقابلہ

ھ جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا ہے — جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

۲۷ صنعت جمع

چرخ و نجوم و شمس و قمر شہر و دشت و در — سنگ و معادن و صدف و قطرہ و گہر

اشجار و شاخ و برگ و گل و غنچہ و ثمر — رکن و مقام و باب و مناز مزم و حجر

جن و ملک ہیں انس ہیں غلمان و حور ہیں
کہدیں یہ سب کہ ابن علی بے قصور ہیں

حور و ملک و خلد و ارم کوثر و طوبا — سنگ و شجر و کوہ و برو گوہر و دریا

خورشید و نجوم و قمر و گنبد خضرا — روم و رے و مصر و نجف و یثرب و بطحا

پوچھے جو کوئی کون امام ازلی ہے
سب دیں یہ گواہی کہ حسین ابن علی ہے

فاقوں میں دل بھی چشم بھی اور نیتیں بھی سیر

۲۸ صنعت تقسیم

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر — پہنچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر

قبضے سے تیغ۔ برے زرہ ہاتھ سے سپر — برچھی سے پھل۔ کمان سے زہ۔ زیں سے تبر

ترکش کہیں پڑے تھے نشان زری کہیں

پیکاں کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

ؔ گرتے تھے بار بار یہی تھا ثمر حصول — برچھی سے پھل۔ کمان سے شاخیں بچھڑ کے پھول

۲۹۔ جمع و تقسیم

ؔ جنت انعام کرکے دوزخ میں جلا — وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

۳۰۔ جمع و تفریق و تقسیم

ؔ نکلا ادھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا — پیدل ہوا سوار یہ دو تھا وہ چار تھا

۳۱ صنعت رجوع

ؔ اختر سے بھی آبرو میں بہتر ہیں اشک — اللہ رے مشتری وہ گوہر ہیں اشک
ؔ آنکھوں سے لگا کے اُن کو کہتے ہیں ملک — گوہر نہیں نورِ چشم کوثر ہیں اشک

۳۲۔ صنعت حسن التعلیل

ؔ ڈر سے ہوا فرات کی موجوں کو اضطراب — اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
ؔ ہر غول میں علم سے علم جھک کے لڑ گیا — جو رہ گیا نشاں وہ خجالت سے گڑ گیا
ؔ دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے — لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے
ؔ مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر — خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
ؔ آئینہ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب — چھپنے کو برق چاہتی تھی دامن سحاب
ؔ چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی — یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی
نقاب کہ روزِ قتل شہ آسماں جناب — نکلا تھا خوں ملے ہوئے چہرے پہ آفتاب
تھی نہر علقمہ بھی خجالت سے آب آب — روتا تھا پھوٹ پھوٹ کے دریا میں ہر حباب

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

ع ہوگیا جوڑ کے ہاتھوں کو جلاجل خاموش۔ (امام حسین کی آواز کے رعب سے)
ع اکبر سے بھی وغا میں کچھ آگے بڑھی رہی۔ (حضرت علی اکبر کی تلوار)

۳۳۔ صنعت عکس

ع قوت کو ضعف۔ ضعف کو قوت تھی دمبدم۔
ع پانی میں آگ۔ آگ میں پانی خدا کی شان۔

ع آگے تھا ہرن شبر سے اور شیر ہرن سے

۴۴۔ صنعت مبالغہ

وہ لوں وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب — کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب
گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں — پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر — بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر
گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں — انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
پانی تھا آگ گرمیِ روزِ حساب تھی — ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی
کاوے میں شکل گنبد دوار پھیر لو — نقطے کے گرد صورت پرکار پھیر لو

ع اللہ ری ضد جھپکتی ہے آنکھ آفتاب کی
ع تھمتی نہ معرکے میں جو ہوتے زمیں کے پاؤں۔

کاٹا پلک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو — پاؤں میں کجروی کو سرِ دشمن غرور کو
سینے میں بغض و کینے کو دل میں فتور کو — نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان۔ زباں میں یہ کاٹ آئی بات کو (تلوار کی تعریف)

(انیس از اصحاب)

۴۵۔ صنعت ترجمہ

شہ نے سنا عرب سے جو سارا یہ ماجرا — فرمایا بازگشت ہے سب کی سوئے خدا
مژدہ نوید زندگی لائی قضا میرے لیے — شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میری لیے
(چو شمع کشتہ باشد در فنائے من بقائے من)

۴۶۔ صنعت التزام

اعدا کے حق میں ہو گیا آب حسام سم — کرتے تھے آہوؤں کی طرح خوش خرام رم
نیزے تھے خوف سے صفت چوب خام خم — ایسا لڑا جہاں میں کوئی تشنہ کام کم
دشمن بھی معترف تھے وہ پیکار کر گئے
مقتل سے اڑ کے تا سر کہسار سر گئے
رکھتا نہیں کوئی یہ ضرب الدیار ریار — شمشیر شعلہ بار پڑے سر پہ بار بار
تیروں کی تن پہ دور سے ہو بیشمار مار — نیزے اٹھا اٹھا کے کریں سب ہوا روار

آگے سے تیغ و خنجر و تیر و سناں چلے
پیچھے سے فرق پاک پہ گرزِ گراں چلے

لاکھوں سے یہ ہزبر جو تنہا لڑے لڑے تیغوں کے پھل جو پھول سے تن پر پڑے پڑے
ہوتے ہیں غازیوں کے ارادے بڑے بڑے چاہیں تو روم و شام کو لے لیں کھڑے کھڑے

بالائے دوش ڈھال تھی قبضے پہ ہاتھ تھا
خیبر میں کون شیرِ الٰہی کے ساتھ تھا

صنعت ادواج

ع خیمے کے قریب آن کے اک ظالم بے پیر چلایا کہ لو ٹوٹ گئے بازوئے شبیر
ع اُس روز سے اب تک کلمہ پڑھتے ہیں جنّات

صنعت موازنہ

ع اے تیغِ زباں جوہرِ تقریر دکھا دے اے دستِ قلم قوتِ تحریر دکھا دے
ع اے ذہنِ رسا نظم کی توقیر دکھا دے اے حُسنِ بیاں نور کی تصویر دکھا دے

میرے نزدیک شعر کے محاسن میں صنعتوں کا درجہ بہت پست ہے اسلیے میری نظر صنعتوں پر بہت کم پڑتی ہے۔ اسکے علاوہ میں نے صنعتوں کی تلاش میں کوئی خاص کاوش بھی نہیں کی اس لیے میں ان تمام صنعتوں کی مثالیں پیش نہیں کرسکا جو میر انیس کے کلام میں موجود ہیں۔ جو صنعتیں کلام کے حسن میں کچھ دخل نہیں رکھتیں اور جن کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں اُن میں سے بعض کو میر انیس نے بہت کم استعمال کیا ہے اور بعض کو بالکل استعمال ہی نہیں کیا۔ لیکن اُن کی جگہ ایسی صنعتیں ایجاد بھی کر دیں ہیں جن کا کوئی نام اب تک مقرر نہیں ہے۔ ایسی صنعتوں کی چند مثالیں میں نے صنعت التزام کے تحت میں لکھ دی ہیں چند اور لکھتا ہوں۔

(۱) الجھاتے تھے کمند کمینے کمان میں۔
(۲) گو بلکہ گلے میں حور کے ہیرے کا ہار تھا۔
(۳) وہ دہشت تھی کہ وحشت کو ہرن بھول گئے تھے۔
(۴) تازی کو تیز کرکے یہ غازی نے دی صدا۔

صنعتوں کے استعمال کے ساتھ سلاست اور روانی کا قائم رکھنا اور جملہ محاسن کلام اور مقتضیات مقام کا لحاظ رکھنا خود ہی بڑا مشکل کام ہے لیکن میر انیس نے کمال یہ کیا ہے کہ اکثر موقعوں پر ایک ایک بیت اور ایک ایک مصرع میں کئی کئی صنعتیں برتی ہیں اور اس سے بھی مشکل کام یہ کیا ہے کہ صنعت

Taj Tahir Foundation

در صنعت استعمال کرکے کلام کے حسن کو اور بھی چمکا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صنعتوں کے استعمال میں بھی میر انیس اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن ان کی شاعری کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ استعمال صنائع کو نہایت کمال میں شمار کریں۔ میر انیس کی شہرت بھی صنعتوں کے استعمال کی بنا پر نہیں ہے۔ اور آج کا کیا ذکر جس زمانے میں بد مذاقی صنعتوں کو اصل شاعری سمجھتی تھی اُس زمانے میں بھی صنائع کا استعمال میر صاحب کی شاعری کے لیے طرۂ امتیاز نہ تھا۔ میر انیس کا کمال تو اس سادگی میں اپنے جوہر دکھاتا تھا جس پر ہزار صنعتیں نثار ہیں اور یہ میر انیس کی شاعری کا معجزہ تھا کہ زمانے کے ذوق کو اپنی طبیعت کے خلاف اُسکے سامنے سر بسجود ہونا پڑا۔ چند نمونے اس اعجازی سادگی کے بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) نوجوان سعید ورشید فرزند آخری رخصت کی درخواست کرتا ہے اور حضرت امام حسین جواب میں فرماتے ہیں۔

کیونکر جدا نگاہ سے بیٹا کریں تمھیں
آنکھیں پہچانتی ہیں کہ دیکھا کریں تمھیں

(۲) اپنی آخری رخصت کے وقت امام حسین اپنی ۴ سالہ دختر سکینہ کو سمجھاتے ہیں۔

یاد کرکے ہمیں راتوں کو نہ رونا بیٹا
سوچکیں چھاتی پہ اب خاک پہ سونا بیٹا

(۳) روز عاشورہ امام حسین اپنے گھوڑے سے فرماتے ہیں۔

تو زباں خشک جو منھ پھیر کے دکھلاتا ہے
پر ساقیِ کوثر کو حجاب آتا ہے

(۴) روز عاشورہ امام حسین ایک نووارد مسافر سے مہمان نوازی نہ کرسکنے کا عذر فرماتے ہیں۔

سچ ہے غربت کی عجب شام و سحر ہوتی ہے
تیسرا دن ہے کہ فاقوں میں بسر ہوتی ہے

(۵) حضرت زینب اپنے نوعمر بیٹوں کو سمجھاتی ہیں کہ نسب پر فخر کرنا کیا اپنے کارناموں سے اپنے بزرگوں کی یاد تازہ کردو۔

تم کیوں کہو کہ شبیر خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علی کے ہیں

(۶) شاعر انصار امام حسین کی تعریف میں کہتا ہے۔

پیاس ایسی تھی کہ آ گئی جاں ہونٹھوں پر
صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹھوں پر

سچ ہے حسن ذاتی کو زیور کی ضرورت نہیں۔ میر انیس خود فرماتے ہیں۔

خورشید کو کچھ حاجت زیور نہیں زنہار
پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار

سید مسعود حسن رضوی ایم اے

تعلیمات بدھ

خیالات محب ہند مسٹر سی - ایف - اینڈریوز

جب سے میں یورپ سے ہندوستان آیا ہوں جسے ۲۲ سال سے زیادہ زمانہ ہوتا ہے مہاتما بدھ کی دلآویز شخصیت میرے لیے خاص کشش کا باعث رہی ہے اور میری زندگی پر اس کا دن بدن زیادہ اثر پڑا ہے۔ عموماً دنیا اور خصوصاً مشرق بعید کے مسلسل سفروں کے دوران میں میری آنکھوں نے مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کا جو مشاہدہ کیا ہے اس کی بدولت میں جنوبی افریقہ کی ہندوستانی جماعت سے لیکر بحر ہند کے مغربی سمت اور انتہائی مشرق میں بحر الکاہل کے رہنے والوں تک کے معاشرت میں گوتم بدھ کی تعلیمات کی اہمیت کا آسانی سے اندازہ کر سکتا ہوں جو میں نے سیلون۔ ملایا برما جاوا چین اور جاپان وغیرہ کے باشندوں سے بھی کافی ربط و ضبط قایم رکھا ہے میرے لیے یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ کچھ دنوں سے ہندوستان میں بھی جو بھگوان بدھ کا مولد ہے انکی قابل احترام یاد کو از سر نو زندہ کیا جا رہا ہے۔ تمام دنیا کی تاریخ میں یہ بات عجائبات میں سے سمجھی جاتی ہے کہ ہندوستان نے جو مذاہب کا گہوارہ ہے اپنے رشیوں اور معلموں میں سے سب سے بڑے رشی اور معلم کو اتنی صدیوں تک کس طرح بھلائے رکھا۔ لیکن شکر ہے کہ یہ لاعلمی بسرعت تمام کم ہو رہی ہے اور بنی نوع انسان پر بدھ کے اثر کا جدید دور شروع ہو رہا ہے

چند سال ہوئے میں نے "ماڈرن ریویو" میں ملک الشعرا رابندرناتھ ٹیگور کے نام خطوط میں یہ بیان کیا تھا کہ میری زندگی میں مہاتما بدھ کی بڑھتی ہوئی محبت نے کس قدر انقلاب عظیم پیدا کیا ہے۔ جب میں ۱۹۱۳-۱۴ میں جنوبی افریقہ میں مہاتما گاندھی کی رفاقت میں تھا (جو میرے خیال میں اس وقت بدھ کے الہام پر انتہا درجے کے عامل نظر آتے تھے) میں نے یہ محسوس کرنا شروع کیا تھا کہ اصول اہنسا اور حضرت عیسیٰ کے پہاڑ والے وعظ میں کس قدر گہری مناسبت ہے یہی وجہ تھی کہ میں نے ملک الشعرا کو شانتی نکیتن میں اپنے نتائج افکار سے اطلاع دی اور اپنے ہر مراسلے کی نقل جنوبی افریقہ میں مہاتما گاندھی اور بعد میں لندن میں آنریبل مسٹر گوکھلے آنجہانی کو دکھائی۔ مہاتما گاندھی نے بہت گہری دلچسپی لی اور مجھ سے فرمایا کہ اپنے افکار اور نتائج کو تین سال تک شایع نہ کرو

Taj Tamir Foundation

اور اس طریقے سے اُن کی صحت کی آزمایش کرو۔ ان تین دوستوں کے نزدیک وہ نتائج جنپر میں پہنچا تھا۔ مطلق حیرت انگیز نہ تھے بلکہ معمولی باتیں تھیں۔ تاہم اس وقت وہ مجھے اپنے انتہا درجہ کے مغربی دماغ اور بحیثیت مجموعی بنی نوع انسان کی تاریخ مغربی زاویہ نگاہ کے باعث بہت عجیب وغریب معلوم ہوے۔ اُنھوں نے اپنے فیاضانہ طریقے سے ان خیالات کو بہت سراہا اور مجھے سچائی کی مزید تحقیقات کرنے کی ہدایت فرمائی اور چونکہ یہ مضمون میرے تخیل پر حاوی ہوگیا تھا۔ اسلیے اس سے میری دلچسپی قایم رہی غرض اس موضوع پر کوئی کتاب ایسی نہ تھی جو مجھے دستیاب ہوسکی ہو اور جس کا میں نے شوق سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ لیکن جاوا کی پہاڑی بورو بدور پر جسے بدھ کی پہاڑی کہتے ہیں) جو روحانی انقلاب مجھ میں پیدا ہوا اُس نے اس وقت سے لیکراب تک میری زندگی کو متاثر کر رکھا ہے میرے جو دن عزلت اور مراقبے میں وہاں گذرے اُن میں مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام گذشتہ تاریخی دور میری نظروں کے سامنے سے گذر رہے ہیں۔ مختلف قسم کے انسانی تجربوں کی وسعت بے پایاں جس کا اس سے پیشتر مجھے تصور تک نہ ہوا تھا، اُن نقش ونگار والے پتھروں کی گیلریوں میں میری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوگئی۔ اس وقت میں پہلی مرتبہ اور ہمیشہ کے لیے اپنے مغربی تخیلات کے آگے نکل گیا۔ میرے سامنے درد ومصیبت رنج وتکلیف۔ قربانی اور خدمت عامہ کا جذبہ رکھنے والی انسانی دنیا کا نقشہ کھچ گیا جو بدھ کی اعلی وارفع شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ پتھروں کی ترشی ہوئی تصویروں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ رفاہ عام اور خدمت کے جذبہ کو مہاتما بدھ کی ذات سے غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی۔ انھیں تعلیمات نے بنی نوع انسان کو روحانی تسکین عطا کی بورو بدور کا مقدس منظر میرے چشم تخیل سے کبھی اوجھل نہیں ہوسکتا ہے اور اس وقت بھی وہ اپنی تمام وکمال تازگی کے ساتھ میرے سامنے موجود ہے۔ ان مختصر صفحات میں میں گوتم بدھ کے اخلاقی تعلیم کا محض خاکہ کھینچنا چاہتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ مختصر الفاظ میں ان تین اعلی ترین سچائیوں کی تشریح ہوجاے جو بدھ کے توسط سے بنی نوع انسان کو عطا ہوئیں گر اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ تین سچائیاں جنکا میں آگے چلکر ذکر کرونگا۔ اُن سے پیشتر بیان نہیں ہوتی تھیں۔ گوتم بدھ سے پیشتر بھی پیغمبر اور رشی گذر چکے ہیں۔ مثلاً مصر کے مصلح اعظم آکن ہیٹان جنکی عظمت بحیثیت مذہبی اور اخلاقی معلم کے اب بتدریج تسلیم ہورہی ہے۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسی اور ان کے علاوہ دیگر مذہبی پیشوا جو اس قوم میں گذر چکے ہیں ایران میں زرتشت کے پاکیزہ خیالات اور پاکیزہ اعمال کی بدولت کسی زمانے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تمام وکمال بنی نوع

انسان کے تخیل پر حاوی ہوجائیگی اور ایران سے باہر دور و دراز ممالک میں پھیل جائیگی۔ قدیم یونان میں بھی بڑے بڑے اخلاقی مصلح اور شاعر گوتم بدھ سے کہیں پہلے ظاہر ہو چکے تھے۔ چین میں بدھ کے ہمعصر لاؤتزے نے اُن کے اکثر حقایق کو بطور خود دریافت کیا تھا۔

لیکن جب ہم تاریخی اعتبار سے اس مسئلہ پر بحث کرینگے تو معلوم ہوجائیگا کہ ان تمام عظیم الشان شخصیتوں کا الہامی پیغام ایک حد تک مقامی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کا اثر اپنے اپنے ملک کی سرحد کے باہر نہ جاسکا اور جن سچائیوں کی انھوں نے تعلیم دی وہ عوام پر جن میں غلام۔ اچھوت وحشی اصلی باشندے وغیرہ سب ہی شامل ہیں کوئی خاص اثر نہ ڈال سکی اور نہ یہ ادیان برحق اپنی زندگیوبخش بنی نوع انسان کے اُن کروڑہا نفوس کے دلوں پر قبضہ جاسکے جو ان مختلف پیغمبروں میں سے ہر ایک کے مقام پیدایش اور ان کے خاص حلقۂ اثر سے دور آباد تھے درحقیقت ان بزرگوں نے بنی نوع انسان میں کوئی جذب اور زندگی بخش انقلاب پیدا نہیں کیا اور نہ عوام الناس کو دنیا کے خس وخاشاک سے اٹھا کر کسی اعلیٰ روحانی منزل پر پہنچایا لیکن گوتم بدھ کو یہ بات حاصل ہوگئی تھی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت خود بخود منکشف ہوجاتی ہے کہ جب سے بدھ کو بڑ کے درخت کے نیچے نروان کی روشنی حاصل ہوئی اُس دن سے تاریخ عالم میں ایک نیا دور شروع ہوگیا۔

(۲)

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں اُن اعلیٰ سچائیوں کے بیان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جنکو میں نے آج خصوصیت کے ساتھ اس مضمون کا موضوع قرار دیا ہے۔ میں نے ان حقائق کا اسلئے انتخاب کیا ہے کہ وہ مجھے بدھ کی تعلیمات کا نہایت اہم جزو معلوم ہوتی ہیں۔

پہلی سچائی اہنسا یعنی عدم تشدد ہے۔ بدھ نے نہایت زور کے ساتھ بنی نوع انسان کو اس حقیقت سے آشنا کیا کہ بدی کو برائی کے ذریعے مغلوب نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ صرف نیکی کے بدولت مغلوب ہوسکتی ہے

اس زمانے سے پیشتر انسانی زندگی کے باہمی تعلقات میں نیکی کا قانون زیادہ تر انتقام پر مبنی تھا۔ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" کا قانون رائج تھا۔ لیکن سب سے پہلے گوتم بدھ نے دل ہلا دینے والی طاقت کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا کہ درعفو نہ کہ انتقام انسانی روح کا اعلیٰ ترین قانون ہے۔ وہ عفو جو محبت کے اصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: غصے کو مہربانی کے ذریعہ زیر کرو جھوٹ کو سچائی کی طاقت سے مغلوب کرو بدی پر نیکی کے زور سے فتح پاؤ۔"

اس قسم کے الفاظ گذشتہ زمانے میں غیر مبسوط شکل میں رشیوں اور حکما کی زبان سے ادا ہو چکے ہیں۔ لیکن بنی نوع انسان کے قلوب پر انکا کبھی کوئی دائمی یا دیرپا اثر نہیں پڑا۔ اب آخر کار بدھ کی وسیع شخصیت کے باعث ان کی گونج دنیا کے دور دراز ساحلوں تک پہنچ گئی ہے۔ مغرب میں یہ الفاظ اسکندریہ تک اور مشرق میں بحرالکاہل کے جزائر تک جا پہنچے ہیں۔ ان کی حیرت انگیز قوت کا اندازہ پتھروں اور چٹانوں پر کھودے ہوئے اشلوک کے کتبوں سے کیا جا سکتا ہے تیز بورو بدور (جاوا) کی پتھر کی مورتوں سے کمبودیا میں انگکور کے کھنڈرات سے۔ جاپان میں کیوٹو نکو کے مندروں سے۔ چین کے بدھ مت کے مندروں اور پہاڑوں کی عزلت گاہوں سے اُن بیش قیمت تصاویر۔ قلمی کتب اور کھدی ہوئی چیزوں سے جو چینی ترکستان کے صحرائی سرزمین سے حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلی گئی ہیں۔

مجھے پورا پورا وشواس ہے کہ اُس وعظ میں جسے حضرت عیسیٰ نے گلیلیہ کے سمندروں کے قریب گاؤں کے باشندوں کے روبرو پہاڑ پر چڑھ کر بیان کیا تھا۔ بدھ مت کی تعلیمات کی آواز کی گونج موجود ہے جو اُن سے ۵۰۰ سال قبل ہندوستان کے میدانوں میں بلند کی گئی تھی۔

یہ تاریخ دانوں کا کام ہے کہ وہ اس تعلق کے تاریخی روابط کا سلسلہ دریافت کریں لیکن ایک ہی سچائی یعنی اہنسا کی تعلیم کی یکسانیت بجائے خود ایسی چیز ہے جس کا اندازہ سب لوگ آسانی لگا سکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں: "تم نے سن رکھا ہے کہ قدیم زمانے کے حکما کی یہ تعلیم کہ "آنکھوں کے بدلے آنکھیں اور دانت کے بدلے دانت تھی۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو۔ اُن لوگوں کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آؤ جو تم سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کے لیے دعا مانگو جو تمہارے ساتھ برائی اور ظلم کرتے ہیں" یقیناً اس تعلیم کی تہ میں جو سچائی مضمر ہے وہ بدھ کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے اور اسے تقریباً یکسان الفاظ میں ظاہر بھی کیا گیا ہے۔

دوسری سچائی مجھے حسب ذیل معلوم ہوتی ہے۔ رنج و غم۔ مصیبت و ابتلا کی حالت میں رحم کھانا ایسی زبردست روحانی طاقت ہے جو تمام دنیا کو اپنا بنا لیتی ہے۔ بنی آدم لازماً ایک ہیں کیونکہ مصیبت رنج اور موت انسان کی مشترکہ قسمت ہے۔ گوتم بدھ ہی پہلے روحانی معلم تھے جنھوں نے اس حقیقت کے ذریعہ مذہب کی بنیاد عقل کے بجائے دل پر قائم کی ان سے قبل اپنشد بنی نوع انسان کے سامنے ذہنی اور روحانی اتحاد کا منظر پیش کر چکے تھے اور روحانی دوراندیشی کے ساتھ تت توام اسی (تو وہ ہے) (तत्वमसि) کا اعلان کیا جا چکا تھا اور بتا دیا گیا تھا کہ خدا کے ساتھ انسان کے تعلقات

Taj Tahir Foundation

کی آخری حد یہی ہے۔ لیکن اس کو مشترکہ زندگی کی عملی بنیاد سمجھنا یا روزمرہ کے معاملات میں اسکا اعلان کرنا یہ ایسی باتیں ہیں جن کی مہاتما بدھ سے پیشتر صاف اور سادہ اور عام فہم طریقے پر کوئی توضیح کی گئی تھی۔ دراصل اس واقعہ نے اس سچائی کو جسکا پرچار اُنھوں نے کیا۔ جدید دریافت کی اہمیت عطا کردی۔

اُس شہزادی کا قصہ جس کے بچے کا انتقال ہوگیا تھا اور جو مہاتما بدھ کی خدمت مین تسکین حاصل کرنے کی غرض سے آئی تھی بہت زیادہ شہرت پا چکا ہے یعنی یہ کہ وہ کس طرح گوتم بدھ کے اشارے سے ہر جگہ ایسے مکان کی تلاش میں سرگرداں پھری جس میں کوئی موت نہ واقع ہوئی ہو۔ اور پھر وہ گوتم بدھ سے یہ کہنے کے لیے واپس آئی کہ مجھے تو کوئی مکان ایسا نہیں ملا جہاں کوئی نہ کوئی موت واقع نہ ہوئی ہو۔ اس پر مہاتما نے اسکے رنج کو دیکھ کر جو جواب دیا وہ عام اصول کا پہلو رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا "جان لے کہ ساری دنیا تیرے غم مین آنسو بہا رہی ہے" اس جواب سے جس میں مذہبی قناعت بھری ہوئی ہے۔ بدھ کی اس رحیمانہ صفت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس نے ذات پات۔ نسل و مذہب ملک و ملت کی ساری قیود کو توڑ ڈالا ہے۔ اس جدید مذہب نے جسکو گوتم بدھ سے نسبت حاصل ہے۔ سب سے پہلے بنی نوع انسان کی اخوت واتحاد کا احساس کرایا۔ بدھ مذہب کے خانقاہ نشین مرد اور عورتیں اسلیے کہ عورتوں نے بھی مردوں سے کہیں زیادہ جوش کے ساتھ اس جدید مذہب کو اختیار کیا، غمزدہ انسانوں کی امداد کے لیے دشوار گذار پہاڑوں اور طوفاں خیز سمندروں کو عبور کرکے دوردراز ممالک میں گئیں۔ اپنے پرائے اعلےٰ ادنیٰ یا اچھوت وپست کی کوئی قید نہ تھی۔ محبت ہمہ گیری اور مساوات کے لیے اخوت انسانی کا راستہ صاف کردیا تھا۔

یہاں پر مزید تفصیلات کا بیان ممکن نہیں ہے اور نہ اس حیرت افزا منظر کا نقشہ الفاظ میں کھینچا جا سکتا ہے جسکو مین نے اپنی آنکھوں سے بورو بدور کی تراشیدہ گیلیریوں کی دلاویز مورتیوں میں جو پتھروں پر کھدی ہوئی تھیں مشاہدہ کیا تھا۔ مجھے ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ مورتیں وہاں کے وحشی باشندوں کو جو آج بھی ان کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ زمین سے اونچا کرکے کسی بلند سطح پر پہنچا رہی ہیں۔ بدھ کی بلند قامت سنگی مورت خدائے برتر کے فرشتہ صفت پیغامبر کی مانند نہ صرف بنی نوع انسان کے ادنیٰ ترین طبقہ کے روبرو وعظ کہتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے۔ بلکہ پرندوں جانوروں درختوں اور پھولوں تک کو ابدی محبت کا پیغام پہنچا رہی ہے مین چاہتا ہون کہ الفاظ کے ذریعے اس اثر کا کچھ حصہ بیان کرسکوں جو اس تمام منظر سے میرے دل پر ہوا

Taj Tahir Foundation

لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ساری داستان میں سے ابھی شمہ بھر بھی میں بیان نہیں کر سکا یہاں میں بلاناغہ راتوں کو صاف و شفاف چاندنی میں ایک گیلری سے دوسری گیلری تک مہاتما بدھ کی خاموش مورت کے سامنے جس میں وہ بیٹھے مراقبہ کر رہے ہیں اور جو مجھے ہر موڑ پر ملتی تھی ادھر ادھر پھرا کرتا تھا۔ پتھر کی مورتیں چاند کی روشنی میں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی تھیں اور مہاتما بدھ مصیبت زدہ انسانوں کے بیچوں بیچ استادہ نظر آتے تھے۔ اپنی زندگی کے اس نازک زمانے میں تنہائی کے دنوں اور عزلت کی راتوں میں میں اس اطمینان کا صحیح مفہوم سمجھنے کے قابل ہوا جو بدھ کے ذریعہ بنی نوع انسان کو عطا ہوا اور پھر میرے لیے یہ بات ذرا بھی تعجب انگیز نہ رہی کہ کس طرح مابعد کے دور دراز زمانے کے مرد اور عورتیں انکی ذاتی رہنمائی کے اثر سے اُنکی تعلیمات کے اشاعت کی خاطر اپنی زندگیاں قربان کرتی ہیں۔

انگوترانکایا میں یہ قصہ درج ہے کہ ایک غریب کمزور عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ "کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ تمھارے بعد میں اپنے دھرم میں ثابت قدم نہ رہ سکوں گی۔ لیکن مجھے اپنے آقا کی تعلیم و تلقین پر کامل اعتماد ہے اور اگر کبھی مجھے کسی بات میں شک شبہ ہوا بھی تو میرے بزرگ برتر آقا مقدس بدھ میرے قریب ہیں اور میں ان کی خدمت میں اپنے سوالات پیش کر سکتی ہوں"

اس اتفاقیہ اقتباس سے جسے سرسری طور پر چن لیا گیا ہے۔ انسانی تاریخ میں ایک نئے روحانی نغمے کا اندازہ ہو سکتا ہے جس کا اثر عالمگیر ہے۔ اچھوت اور پست ذات کے لوگ بھی مہاتما بدھ کی پیش کردہ شانتی کے بارے میں بعینہٖ وہی بات کہہ سکتے ہیں جو اس غریب عورت نے کہی ہے۔ بدھ کی لامحدود رحمدلی نے تمام دنیا کو ایک متحدہ جماعت بنا دیا ہے۔ عدم تشدد یا اہنسا کی سچائی کے ساتھ ساتھ اس نے امن ہمدردی و محبت کی صفات کو بھی اپنے میں داخل کر لیا ہے بُدھ کی تلقین حضرت عیسیٰ کے پہاڑ والے وعظ سے عجیب و غریب طریقے سے مشابہ ہے۔ یہ مغرور اور طاقتور اشخاص ہی کو نہیں بلکہ منکسر مزاجوں شکستہ دل لوگوں کمزور انسانوں امن پسند مظلوموں کو بھی اپنی انتہائی برکت عطا کرتی ہے یہاں پر میں ان دونوں تعلیمات کے تاریخی تعلق کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ اسکا فیصلہ سائنٹفک مورخین ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ جس بات کا میں اس جگہ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ اس کی اندرونی اسپرٹ ہے اور ان پڑھ سے ان پڑھ شخص بھی ان دونوں کے گہرے تعلق کو دیکھ سکتا ہے مہاتما بدھ اور حضرت عیسیٰ ان بنیادی اور اخلاقی اصولوں میں بنی نوع انسان کو ایک ہی پیغام سناتے ہیں۔

تیسری سچائی مذہبی بردباری ہے جو سب سے پہلے گوتم بدھ کے ذریعے کروڑہا بنی نوع انسان کے لیے زندہ اور موثر چشمہ ہدایت بنی۔ ممکن ہے کہ بادی النظر میں ان دو سچائیوں کے مقابلہ میں جنکا ذکر اوپر ہوا ہے

Taj Tahir Foundation

کم اہم معلوم ہو لیکن انسانی تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی بردباری ہمیشہ ایک مشکل بات ثابت ہوئی ہے آج بھی حضرت عیسیٰ کے بعد اس بیسویں صدی میں اور مہاتما بدھ کے بعد اس چھبیسویں صدی میں ہم صرف اتنا سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں کہ مذہبی بردباری حقیقت میں عوام الناس میں کیسا گہرا انقلاب پیدا کرسکتی ہے

تاریخی اعتبار سے یہ بات یقینی ہے کہ اشوک کی چٹانوں کے کتبے وسیع پیمانے پر مذہبی بردباری کے اولین اعلانات ہیں - جنکا علم مہذب دنیا کو ہے - ان میں بردباری کو اخلاق کے بنیادی اصول کی حیثیت سے نہ کہ کسی مصلحت دنیا یا سیاسی حکمت عملی یا انتظام ملکی کی چال کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے - اس سلسلے میں بورو بدور اور اسکے قرب وجوار کے مندر واقع پربھاتن کے چٹانی کتبے کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں - ان میں بھی شریفانہ مذہبی بردباری کی تلقین کی گئی ہے - لیکن اس داستان کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے طویل فہرست کی ضرورت ہے - واقعی دوسرے مذاہب کی جانب نفرت کے جذبات بدھ کی محبت کی روشنی کے سامنے اس طرح پگھل جاتے ہیں جیسے دھوپ کی تیزی میں برف - اس کا بدیہی ثبوت عمل کی دنیا میں ملتا ہے - اس بارے میں سخت ترین آزمائش عملی جانچ ہوا کرتی ہے - اور مہاتما بدھ کا تلقین کردہ مذہب انسانی کشمکش کے خوفناک امتحان سے بلا کسی تزلزل کے نکل آتا ہے - اسلیے اگرچہ کنشک جیسے عظیم الشان بادشاہ کے مذہب قبول لینے کے بعد بدھ مت کی توسیع کے متعلق ایسی مثالیں فراہم کرلینا جو دنیاوی فائدے کو مدِ نظر رکھ کر عمل میں آئی ہوں کافی آسان کام ہے تاہم تاریخی حیثیت سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ اسکی نشو ونما اور ترقی تلوار کی رہین منت رہی ہے - اسکی زبردست فتوحات عقل اور ترغیب اور محبت کا نتیجہ رہی ہیں -

(۳)

ان تینوں سچائیوں یعنی اہنسا - رحم اور رواداری کی مزید وضاحت کے لیے اس وقت گنجایش نہیں ہے، یہاں پر میں نے تعلیمات بدھ کے صرف اخلاقی پہلو سے بحث کی ہے اور اس فلسفے کا ذکر تک بھی نہیں کیا ہے جس پر انکا نظام حاوی ہے - میں نے اپنے لیے یہ قید ارادتاً رکھی تھی - کیوں کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت جن دشواریوں کا سامنا ہندوستان اور تمام دنیا کو عموماً اور یورپ کو خصوصاً ہو رہا ہے اسکے لیے مہاتما بدھ کے ہمہ گیر اخلاقی نصب العین کی سخت ضرورت ہے اسکے ساتھ ہی ان غلط فہمیوں کو بھی جو اسکے بارے میں پھیلی ہوئی ہیں ایک حد تک دور کرنا چاہتا تھا - اسلیے کہ کاؤنٹ ٹالسٹائی جیسا شخص جس نے خود مہاتما بدھ کی تعلیمات سے فیض اٹھایا ہے اپنی کتاب Confessions میں اسے کلیتہً مایوس کردینے والا مذہب قرار دیتا ہے اور اسکی مثبت خوبیوں کو قطعاً نظر انداز کردیتا ہے

Taj Tamir Foundation

سے کیا معلوم کہ مصیبت اور گناہ سے نجات دینے والے مذہب کی حیثیت سے بدھ مت کی ضیا پاش اُمید کی وسعت کہاں تک ہے! مزید براں ڈاکٹر گرم GRIMM کی تازہ فاضلانہ تصنیف موسومہ The Religion of Reason. دی ریلیجن آف ریزن The Doctrine of the Budha کے مطالعہ سے بھی راقم [illegible] نکے لائق مصنفوں نے بدھ کی تعلیم کے اکثر حقایق نہایت آب وتاب کے ساتھ بیان کئے ہیں) یہ سادہ باتیں جو در اصل اسکے بنیادی اصولوں میں داخل ہیں۔ عام ناظرین کی سمجھ میں نہیں آسکتیں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے معمولی تعلیم یافتہ اور ناواقف اشخاص کے لیے یہ مضمون لکھا ہے۔

آجکل ہر طرف یہ دلخراش آوازیں سنائی دیتی ہیں کہ ہمکو عدم رواداری برتنے کی سخت ضرورت ہے "اپنے آپ کو آگے بڑھانا لابدی ہے" "صحیح یا غلط اپنی قوم کو فوقیت دینے کی کوشش کرنا عین حب الوطنی ہے" "اچھا ہو یا بُرا اپنا مذہب قائم رکھنا فرض ہے" آج ہندوستان باہمی اختلافات کا شکار ہو رہا ہے۔ یورپ بھی تفرقوں میں مبتلا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ محبت۔ رحم اور بردباری کے وہ اعلیٰ حقائق جنھیں گوتم بدھ نے ڈھائی ہزار سال ہوئے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے دلوں سے محو کر دیے گئے ہیں۔

لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس تاریکی میں بھی امید کی کرن نظر آتی ہے اور گوتم بدھ کی محبت افزا شخصیت جدید ہندوستان۔ یورپ اور امریکہ میں از سر نو زندہ کیجا رہی ہے۔ جاوا، چین اور جاپان جیسے ممالک میں جو بدھ کے نام سے وابستہ ہیں۔ ان کی اخلاقی تعلیم سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں بھی بدھ کی سالگرہ منائی جاتی ہے جس کی بدولت اون کی درخشندہ شخصیت اخلاقی ضوفشانی کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے اور ہم ایک مرتبہ پھر اس رحم مجسم شخصیت کا تصور کرنے لگتے ہیں جس نے اگلے زمانے کے رشیوں اور اللہ والوں کو اپنی محبت سے لبریز کر کے ان کو اپنی جانب کھینچا اور بالآخر ان کے دلوں کو الہامی نور سے معمور کر دیا تھا۔

(ترجمہ)

ضیاء الدین احمد برنی

بوڑھا فلسفی

ایک ایکٹ کا ڈراما

اراکین

محمد عبداللہ
انوری - اس کی بیٹی
اصغر۔ اس کا داماد
اختر۔ اصغر کا ننھا بچہ

منظر

اصغر کا مکان ایک اوسط درجے کی حیثیت کا کمرہ۔ سفید دیواریں میلی چھت۔ پچھلی دیوار میں آتش دان جس میں آگ جل رہی ہو آتش دان کے بائیں طرف ایک کھڑکی جس سے آسمان نظر آرہا ہے۔ آسمان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ بائیں ہاتھ کی دیوار میں دو دروازے ہو داہنے ہاتھ کونے میں پلنگ۔ فرش پر دری اور اس پر نمدے کے ٹکڑے۔ ایک بڑا ٹکڑا آتش دان کے سامنے اور ایک چھوٹا ٹکڑا پلنگ کے سامنے۔ داہنے ہاتھ کو سامنے ایک بڑی میز جس پر ایک بچے کے کھانے کے چھوٹے برتن پڑے ہیں۔ قریب ہی چند کرسیاں رکھی ہیں۔ ایک بڑی آرام کرسی آتش دان کے قریب ہے اور ایک اخبار آتش دان کے سامنے نمدے پر کھلا پڑا ہے۔

جس وقت پردہ اٹھتا ہے۔ محمد عبداللہ آرام کرسی پر سے اٹھ رہا ہے۔ آگ کے شعلوں کے مقابل میں اسکے واضح خط وخال اور چہرے کی جھریاں نمایاں طور پر نظر آرہی ہیں۔ اس کی کمر خمیدہ ہے۔ اس کا ایک ہاتھ کرسی کا بازو تھامے ہوئے

پستہ قد۔ کمزور بوڑھا شخص ہے۔ سر بڑا ہے۔ چہرے سے "گرم و سرد چشیدہ" معلوم ہوتا ہے۔ داڑھی مونچھیں گھنی اور سفید ہیں۔ برف سے سفید سر کے بالوں کے مقابلے میں مونچھوں کے بال ذرا سخت نظر آ رہے ہیں۔ بلیں ترشی ہوئی ہیں۔ گرم فلالین کا پاجامہ اور گرم کوٹ پہنے ہوئے ہے۔ کوٹ کے نیچے واسکٹ ہے۔ لیکن دونوں کے بٹن کھلے ہوئے ہیں۔ اور اندر سے ایک پرانی فلالین کی قمیص دکھائی دے رہی ہے۔ موزے ٹخنوں پر سے ڈھیلے ہیں پاؤں میں سلیپر ہیں +

بوڑھے شخص کی نظریں التجا کے انداز میں بیٹی پر جمی ہوئی ہیں۔ بیٹی دروازہ کھولے دروازے اس میں کھڑی ہے۔ ایک ہاتھ کواڑ پر ہے۔ اور بوڑھے شخص کی طرف بے باک نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ چھبیس ستائیس سال کی عمر ہوگی۔ اس کا شوہر اصغر صرف قمیص پاجامہ پہنے میز کے قریب کرسی پر بیٹھا ہے اور سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے اخبار پڑھنے میں منہمک ہے اور بے تعلق نظر آنے کی کوشش کر رہا ہے +

عبداللہ۔ وہ تو ہے پر دیکھو بیٹی انوری

انوری۔ (نمایاں استقلال سے) بس ابا میں نے کہہ دیا۔ خدا کرتا ہے تو کیا کرے۔ میری بلا سے۔ بچے کی ضد مجھ سے پوری نہ ہو سکیگی۔ ہاں ایک دن نہ دو دن۔ روز رات کو تم لے اپنی کہانیاں سنانے بیٹھ جاتے ہو۔ اور اللہ جانے کب تک سناتے رہتے ہو۔ اب اُسے اس کا اچھا خاصا چسکا پڑ گیا ہے +

عبداللہ۔ تو چسکا پڑ جانے میں ڈر ہی کیا ہے؟

انوری:۔ بچوں کو کسی چیز کی یوں عادت پڑ جانا اچھا نہیں ہوتا۔ آگے چل کر کبھی شوق پورا نہ ہو سکا۔ تو خواہ مخواہ کو اس کا جی بُرا ہوگا +

عبداللہ:۔ اس کا جی تو اس وقت بُرا ہو رہا ہے۔ انوری بیٹی۔ جو تمہارے جی میں ہے۔ وہ کیوں نہیں کہہ ڈالتیں! مگر میں اتنی جلدی نہیں مرنے کا۔ جب میرے مرنے کے دن نظر آنے لگیں۔ تو تم آہستہ آہستہ اسکی یہ عادت چھڑا دینا +

انوری:۔ لے ہے ابا۔ خدا نہ کرے۔ آپ کے مرنے کا ذکر کس نے کیا تھا

عبداللہ:۔ کہہ رہی تھیں نہ کہ میری وجہ سے کہانی سننے کی عادت پڑ گئی۔ تو آگے چل کر خواہ مخواہ کو اسکا جی بُرا ہوا کریگا +

انوری:۔ آپ کی جان سے دور میں نہیں سوچ رہی تھی ابا۔ تو کیا اس خیال سے

Taj Tahir Foundation

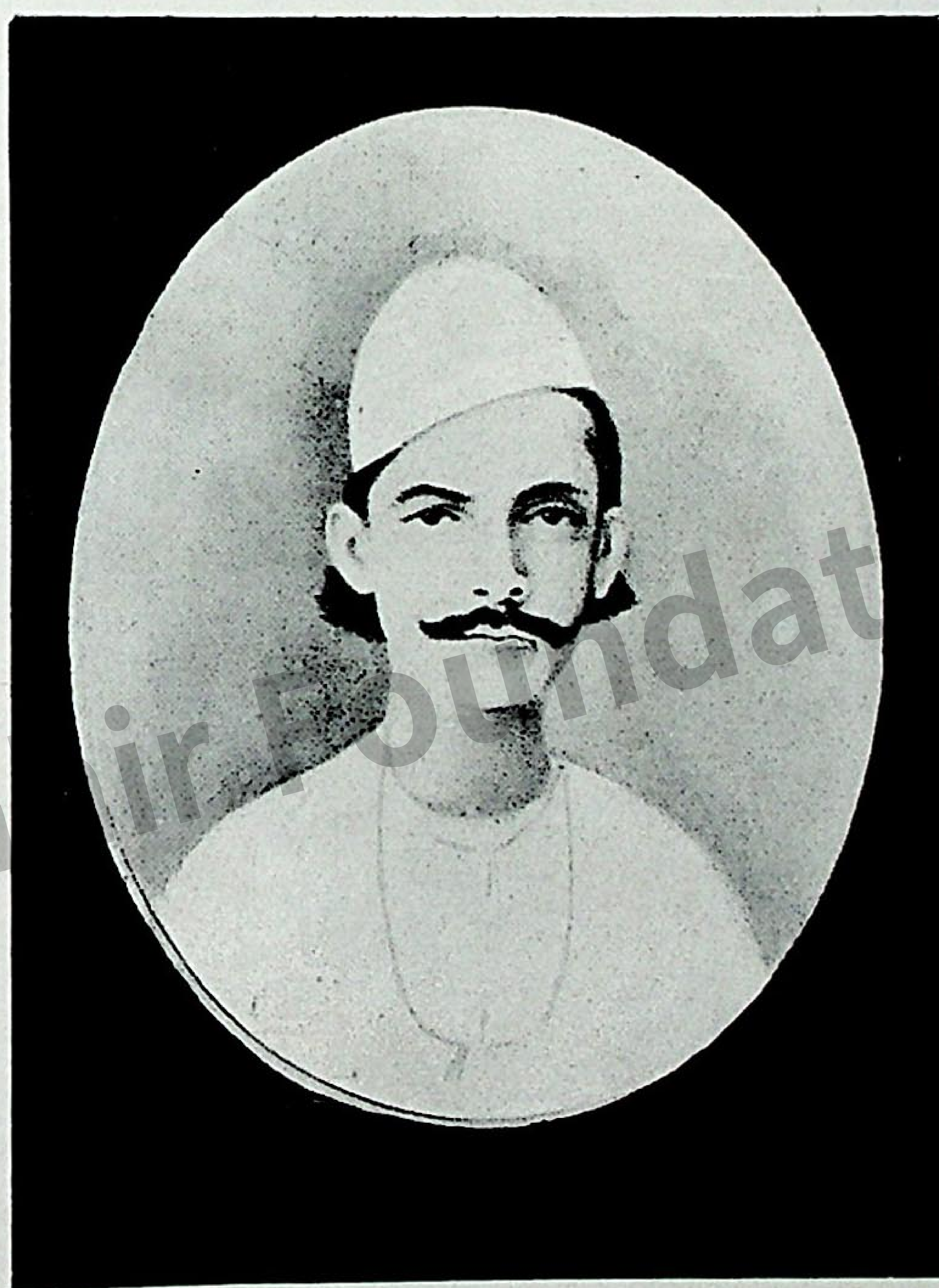

میر ببر علی انیس

Taj Tahir Foundation

میں تو کہتی تھی۔ بچے کے لیے یہ اچھا نہیں کہ........

عبداللہ:- پھر اس کے سونے سے پہلے میں اُسے ایک چھوٹی سی کہانی سنا دیتا ہوں تو اس میں نقصان آخر کیا ہے؟

انوری:- میں کب کہتی ہوں کہ اس میں کوئی نقصان کی بات ہے۔ پر مجھے یہ ٹھیک سا نہیں معلوم ہوتا کہ روز رات کو بلا ناغہ........

عبداللہ:- کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کے ٹھیک ہونے میں پھر اور کیا کسر رہ جاتی ہے؟

انوری:- ہر بات مان لیجائے۔ تو بچے سر پر چڑھ جاتے ہیں۔

عبداللہ:- کوئی نقصان نہ ہو۔ تو کیوں بچے کی بات نہ مانی جائے؟

انوری:- (بمشکل ضبط کرتے ہوئے) اسی لیے کہ عادت پڑ جائے گی۔ اس کو.......

عبداللہ:- یہی تو میں کہتا ہوں۔ کہ جب کوئی نقصان نہیں تو عادت ہی پڑ جائے تو کیا ہرج ہے۔

(اصغر میز پر بیٹھا بیٹھا دانت نکال دیتا ہے۔ انوری اس کی طرف دیکھتی ہے۔ مگر وہ اُس سے نظریں چار نہیں کرتا)

انوری:- سچ مچ ابا۔ تم بھی ایک بات کے پیچھے ایسے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو جیسے خود بچے ہو۔

عبداللہ:- نہیں انوری۔ میں پیچھے نہیں پڑتا۔ میں تم سے بحث کر رہا ہوں۔ تم نے خود ہی کہا تھا۔ کہ اگر میں بچے کو ایک ننھی مُنی کہانی سنا دوں تو اس میں کوئی نقصان نہیں۔ اب تم کہتی ہو۔ کہ کہانی نہ سناؤ۔ نہیں تو اُسے عادت پڑ جائے گی۔ میں تم سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ جب کوئی نقصان ہی نہیں ہوتا تو پھر اس کی عادت پڑ جانے میں کیا مضائقہ ہے۔

انوری:- ہاں کئے جاؤ چترائی۔ میری باتوں کے جو معنی جی چاہے نکالے جاؤ۔ اس سے کیا ہو گا۔ ٹھیک بات آخر ٹھیک رہے گی اور غلط بات غلط۔

عبداللہ (خلوص سے) انوری میں چترائی نہیں کرتا۔ میں تو تم پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس چیز کے متعلق تم یہ نہیں کہہ سکتیں۔ کہ اس میں کوئی نقصان ہے۔ اس میں کوئی نقصان نہیں ہو سکتا (موثر لہجے میں) اور میرا جی چاہتا ہے کہ سونے سے پہلے ننھے کو ایک ننی سی کہانی سنا دوں۔

اصغر (علیحدہ) میں کہتا ہوں ننھے کی اماں....

انوری:- لے بس تم چپکے ہی بیٹھے رہو۔ تمہارا کیا۔ ذرا کوئی تمہارے سر ہوا اور پسیج گئے۔

Taj Tahir Foundation

صغرا:- آخر بزرگ ہیں۔

انوری (برافروختہ ہوکر) میں اندھی نہیں۔ میرے بھی آنکھیں ہیں۔ مجھے بھی معلوم ہے۔ کہ وہ بزرگ ہیں۔ اور تم جوان ہو۔ اور ننھا بھی کسی روز جوان ہوگا۔ اور تم سب میں اکیلی میں ہی ایک عورت ہوں۔ پر میں کہہ چکی۔ میں اس کی ضد پوری نہ ہونے دوں گی۔

اصغر (دلیل پر ایک تازہ دماغ کا اثر ڈالتے ہوئے) لیکن انوری آخر اس میں نقصان بھی....

انوری - (غصے سے تقریباً چیختے ہوئے) لے لو۔ اب یہ پیچھے پڑ گئے۔ نقصان! نقصان! نقصان! کان کھائے جاتے ہیں۔ انھیں نقصان کی پڑی ہے اور میں یہ کہہ رہی ہوں کہ ٹھیک بات کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ تم ہر بات میں یہی کہہ دیتے ہو کہ اس میں نقصان کیا ہے تو دیکھنا ایک روز صاحب زادے صاحب۔ شرابی۔ چور اور خونی سبھی کچھ بن جائینگے

اصغر (کسی قدر بادلیل حجت کرتے ہوئے) تو اس کے متعلق میں یہ کیوں کہنے لگا۔ کہ کوئی نقصان نہیں۔ اب تو میں کبھی نہیں کہہ سکتا۔ البتہ جب کوئی نقصان نہ ہو....

انوری - الٰہی تیری پناہ! (اس تمام جھگڑے کی جڑ یعنے اختر کو پکارتے ہوئے نکل جاتی ہے) اختر پڑھ رہے نہ بستر میں؟ (دروازہ دَن سے بند کر دیتی ہے)

عبداللہ (آتش دان کے سامنے کھڑا ہے اور غم سے زیادہ غصے کے باعث سر ہلا رہا ہے)

اصغر:- بحث سے کیا فائدہ جانتے ہو بے عقل ہے۔ معقول طریقے سے بحث کرنا نہیں جانتی۔ میں شکایت نہیں کرتا لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ بالکل ماں پر پڑی ہے۔ جن دو عورتوں سے میری اتنی بے تکلفی ہوئی کہ دل کھول کر بات چیت اور ہر معاملے پر بحث مباحثہ کرسکوں وہ دونوں کی دونوں اسی قسم کی نکلیں اور میری حالت یہ ہے کہ ہمیشہ زنان خانے ہی میں رہنے کا مرض رہا۔

(کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

اصغر:- یہ سب ہی ایک سی ہوتی ہیں۔

عبداللہ (محتاط اور دانشمندانہ انداز میں) یہاں تک تو میں نہیں کہہ سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے صرف ان ہی دونوں کی طبیعتوں کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ صرف ان دونوں کی مثال سے تمام جنس کے متعلق کوئی رائے قائم کرلوں (اصل موضوع پر لوٹ کر) پر بڑی مصیبت یہ ہے کہ میرا جی بہت چاہتا ہے کہ آج رات ننھے کو ایک اچھی سی کہانی سناؤں

(عینک اُتار کر آنکھیں جھپکتا ہے) اچھا!

اصغر (تسلی بخش انداز میں) شاید صبح تک....

عبداللہ:- جو بات آج رات ٹھیک نہیں ہے۔ وہ کل صبح کے بعد جو رات آئے گی اس میں کیوں کر ٹھیک ہو جائے گی۔

اصغر:- یہ کیا کہتے ہیں ابا جان۔ آخر پچھلی رات جو ٹھیک تھی۔

عبداللہ:- کیا پتہ تھی یا نہ تھی۔ شاید انوری کو معلوم ہی نہ ہونے پایا ہو۔

اصغر (غصے اور آنسوؤں میں نقاہت سے) میں مجبور ہوں۔ کوئی میری سنتا ہی نہیں ہے۔ میں آج تجھے کو ایک خاص کہانی سُنانا چاہتا تھا پر انوری ٹھیک بات آخر ٹھیک رہے گی اور غلط بات غلط کا فتنہ لے بیٹھی۔ ہا۔ عورتیں ذرا سمجھ سے کام نہیں لیتیں۔

اصغر:- اور ہم ہیں کہ ہمیشہ انھیں کی سی کرتے ہیں۔

عبداللہ:- ہاں۔ اسی کا تو یہ نتیجہ ہے۔

(کچھ دیر کا وقفہ۔ عبداللہ پھر اپنا اخبار اٹھا لیتا ہے اور عینک لگاتا ہے۔ اصغر اُٹھتا ہے اور آتش دان کی کارنس پر اس طرح روشنی رکھ دیتا ہے۔ کہ عبداللہ کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ اصغر۔ جواب کے لئے مُنھ کھولتا ہے۔ مگر کچھ کہے بغیر بند کر لیتا ہے)

عبداللہ:- تمھیں بخوبی معلوم ہے۔ کہ تمھارا جی ہمیشہ کسی چیز کو چاہتا ہے؟

اصغر:- مختلف چیزوں کو۔

عبداللہ (مطمئن ہو کر) ٹھیک۔ مختلف چیزوں کو! پر تم چاہتے ہی ہو نہ اُن کو؟

اصغر:- ہاں۔

عبداللہ:- اگر تم کو آزادی ہو۔ تو تم ان کو حاصل کر لو۔

اصغر:- بے شک۔

عبداللہ (فاتحانہ) تو جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ آزادی نہیں؟

اصغر:- خوب۔

عبداللہ (سرگرمی سے) اصغر بس یہی زندگی ہے۔ یعنی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے آزادی ہی زندگی کا نام ہے۔ پہلے تم پیدا ہوتے ہو اور رونے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ پر اللہ نے تمھاری ماں کو کان دے رکھے ہیں۔ اور تم کسی چیز کے لئے رو کر اپنی آرزو پوری کر سکتے ہو۔ اعتراض کے ڈر سے

Taj Tahir Foundation

جلدی سے) میں جانتا ہوں۔ کہ میں ابھی ابھی جو کچھ بچے کے متعلق کہہ رہا تھا۔ وہ قطعی طور پر اسکے مطابق نہیں۔۔۔۔ پر جو بچہ نیا نیا پیدا ہوا ہو۔ وہ بے حد نازک ہوتا ہے۔ اور اللہ اس کا بچپن گزارنے کا اپنی قدرت سے ایسے وسیلے پیدا کر دیتا ہے کہ انسانی فہم انھیں پورے طور پر سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ جہاں بچہ اتنا بڑا ہوا کہ روئے بغیر آرزوں کو پورا کرلے وہ رونا چھوڑ دیتا ہے۔

صغر:۔ لیکن یہ عادت تو کسیقدر زیادہ عرصے تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

عبداللہ:۔ (آنکھیں جھپکا کر) ہاں نہیں چھوڑتی۔ اسلیے کہ شاید خدانے تمھارے ہمسایوں کو کان بخشے ہوں۔ اور تم بالکل ساتھ ساتھ کے مکانوں میں رہتے ہو۔ تو تم قدرت کے اس وسیلے سے کچھ عرصے اور کام لے سکو۔ لیکن اسکے بعد وہ وقت آجاتا ہے۔ کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور تم کرتے ہو۔ تمھارا جی چاہتا ہے۔ کہ ہاتھ اٹھاؤ اور تم اپنا ہاتھ اٹھا لیتے ہو۔ تمھارا جی چاہتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ اور ٹہلو۔ اور تم کھڑے ہو جاتے ہو اور ٹہلنے ہو۔ تمھارا جی چاہتا ہے کہ جو جی چاہے کرو۔ اور پھر تم جو چاہتے ہو کرنے لگتے ہو۔ اور اس طرح تم اپنی آرزوں کی تکمیل کرنے کے فن کے ماہر ہوجاتے ہو اور انسان بن جاتے ہو۔

صغر:۔ ابا میاں آپنے تو اس بیان میں کمال کر دیا۔

عبداللہ:۔ صغر میں فلسفی ہوں۔ لیکن ابھی تو یہ قصہ ختم نہیں ہوا۔

صغر:۔ اچھا۔

عبداللہ:۔ ہاں۔ پھر شاید تمھارا جی چاہے۔ کہ دوسرے لوگوں کو بھی تمھارا اور تمھاری آرزوں کی تکمیل کا خیال پیدا ہو۔ اور تم اس کے لیے کوشش کر دیتے ہو اور اگر کامیاب ہو جاتے ہو تو بڑے آدمی بن جاتے ہو۔ اصغر شاید میری طرح ایک جہاز کے مالک جس پر تین بڑے آدمی اور ایک لڑکا تمھارا ماتحت ہو (آواز کو دھیما کر کے) اور اس کے بعد انحطاط کا وقت آجاتا ہے۔

صغر (تعلق خاطر سے) انحطاط کا وقت؟

عبداللہ:۔ ہاں پھر تمھارا انحطاط شروع ہوجاتا ہے۔ اور تم یہاں تک بے بس ہو جاتے ہو۔ کہ شاید سونے سے پہلے ایک بچے کو ایک ننھی سی کہانی سنانا چاہتے مگر اتنا بھی نہیں کر سکتے۔ اور پھر کچھ عرصے بعد تم کھڑے ہونا چاہتے ہو۔ اور کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اور پھر کچھ عرصہ گزرتا ہے۔ اور تم اپنا ہاتھ اٹھانا چاہتے ہو اور ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ اور یوں ہی پھر آدمی ختم ہو جاتا ہے اور لوگ۔ اسے بھلا دیتے ہیں۔

صغر :۔ توبہ توبہ اباجان !

عبداللہ :۔ تم اتنے پریشان کیوں نظر آتے ہو وقت آنے پر میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ پر مجھے یہ کنائے ناپسند ہیں۔ جو مرنے سے پہلے مجھ پر ظاہر کرتے ہیں کہ میں ختم ہو چکا ہوں۔ اصغر۔ کون سے کنائے ؟

عبداللہ :۔ یہی کہ جب میں ننھے کو ایک ننھی سی کہانی سنانا چاہتا ہوں تو انوری اس قسم کی باتیں شروع کر دیتی ہے۔ کہ ٹھیک بات آخر ٹھیک ہی رہے گی۔ اور غلط بات غلط۔

اصغر (محبت سے) ابا میاں آپ بھی ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

عبداللہ :۔ نہیں صغر پیچھے نہیں پڑتا۔ میں مایوس ہو گیا ہوں۔ اصغر میں فلسفی ہوں۔ اور جب کسی فلسفی کا کام ختم ہو جاتا ہے تو اسے اس بات کا علم ہوتا ہے۔

صغر :۔ ہئے ہئے ابامیاں۔

عبداللہ (رفتہ رفتہ اور مدھم آواز میں) اصغر فلسفہ بڑی دلچسپ چیز ہے اور سوچنے کے قابل صرف معمر ہونے کا فلسفہ ہے۔ وہ کیوں ؟ اسلیے کہ ہم زندہ ہستیاں ہر وقت معمر ہوتی چلی جا رہی ہیں اب بھلا پتھر میں کیا۔

عبداللہ :۔ شاباش شاباش دکان لگا کر) تمھیں سنائی دے رہی ہے اس کی آواز ؟

صغر :۔ (سامنے سیدھا کھڑا ہو کر) کس کی ؟

عبداللہ :۔ اختر کی۔

صغر۔ (ٹالتے ہوئے) نہیں تو۔

عبداللہ :۔ رو رو کر برا حال کر رہا ہے۔

صغر :۔ برا حال کیوں کرتا ہے۔ اس کی ماں جو اس کے پاس موجود ہے ....

عبداللہ :۔ ہوا کرے۔ وہ تو روئے جاتا ہے۔ بےچارے کا جی چاہتا تھا۔ کہ اسیل بلبل کی کہانی سنے (بے بسی سے) آہ !

صغر (ٹالنے کو آتش دان کی طرف بڑھتے ہوئے) آگ تو ٹھنڈی ہو چلی (لکڑیاں ہلاتا ہے)

عبداللہ (اخبار کو الٹتے پلٹتے ہوئے) ہاں (یک لخت) اصغر تمھیں معلوم ہے۔ کہ آج تک کوئی عورت فلسفی نہیں ہوئی ؟

اصغر (متوجہ ہو کر) ایک بھی نہیں ؟

عبداللہ :۔ (غصے سے) اور کبھی کوئی عورت فلسفی نہ بن سکے گی (پھر زیادہ سکون سے) اور اصغر

پھر بھی ان عورتوں میں بڑا فلسفہ موجود ہے

صغریٰ:- ہے؟

عبداللہ:- یہی تو۔ اس قدر نامعقول ہیں۔ مگر تم کبھی انھیں قائل نہیں کر سکتے۔ اس قدر کمزور ہیں اور پھر بھی کبھی مغلوب نہیں ہوتیں۔ تم کہ سکتے ہو تو بس یہ کہ سکتے ہو۔ کہ بھلا پتھر کو کیسے قائل کیا جا سکتا ہے مٹی میں سے کون دودھ دوہ سکتا ہے؟

صغریٰ: بیشک کیسے یہ کہ سکتے ہیں۔

عبداللہ:- ہاں۔ یوں کہو تو سچ ہے۔ لیکن میں پھر کہوں گا۔ کہ پتھر تو تمھیں جواب نہیں دے سکتا۔ زمین میں تمھارا ہاتھ روکنے کی قوت نہیں۔ سوال سے تمھارا مقابلہ ہی کیا۔

صغریٰ- (یقین کے ساتھ) بیشک نہیں۔

عبداللہ- صحیح۔ بے شک نہیں۔ لیکن عورت تو تمھیں جواب بھی دے گی۔ تمھارے مقابلے میں کھڑی بھی ہو جائے گی۔ اور تم پھر بھی اسے قائل نہ کر سکو گے۔ تم میں چاہے جتنی زیادہ عقل ہو لیکن بے کار ہے۔ وہ فضول باتیں کریں۔ ٹھیک باتوں اور غلط باتوں پر بے معنی مباحثہ کریں۔ ایک معصوم بچے کو سونے کے لیے زبردستی کمرے میں لٹا دیں۔ دوسرے کمرے میں بوڑھے دادا کو اکیلا چھوڑ جائیں۔ یہ سب کر سکتی ہیں۔ اور تم جانتے ہو........

فلسفہ - (وہ رک جاتا ہے۔ اور عینک اتار کر اسے صاف کرتا ہے)

(اصغر کو ان باتوں سے صدمہ ہوتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے کے پاس جاتا اور اسے ذرا سا کھولتا ہے۔ اختر کے رونے کی آواز اگلا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے مدھم مدھم سنائی دیتی ہے)

اصغر:- انوری!

(انوری فوراً دروازے کے سامنے آجاتی ہے۔ اصغر کو چپ رہنے کا اشارہ کرتی ہے)

اصغر:- تمھارے ابا رو رہے ہیں۔

انوری- (بگڑ کر اور کسی قدر بے قابو ہو کر) تو پھر میں کیا کروں۔ ادھر ننھا بھی تو (ایک بچہ) رو رہا ہے۔ اب جو روتا ہے رویا کرے۔ وہ ان سے بہت زیادہ زور سے رو رہا ہے

صغریٰ (ناخوش ہو کر) بھئی بڑی سنگدل ہو۔

انوری (دھیرے) میں سنگدل نہیں۔ اس گھرانے میں کچھ نرم دلی ہی بہت زیادہ ہے پھر کسی نہ کسی کو تو عقل سے کام لینا چاہیے۔

Taj Tahir Foundation

(عبداللہ کرسی پر مڑ کر اُن کی باتوں پر کان لگا دیتا ہے۔ انوری چپ ہو جاتی ہے۔ اور ہمدردانہ گھبراہٹ کے انداز سے اس کے قریب آتی ہے)

انوری:۔ ابا میاں۔ کیا کروں۔ جی برا بھی ہوتا ہے۔ کہ آپ کو مایوسی ہوئی۔ پر دیکھئے تو۔ (اختر بہت زور سے چیخ مارتا ہے۔ انوری اُسے چپ کرانے کو دوڑتی ہے)

انوری:۔ لے ہے ہمسائے کیا کہیں گے۔ کہ بچے کا خون کئے دے رہے ہیں (دروازہ بند کر لیتی ہے)

عبداللہ (یوں سر ہلا کر جیسے انوری کا رویہ سمجھ رہا ہے) سنا بیٹی اصغر!

اصغر:۔ کیا؟

عبداللہ (خفیف سے استہزا سے) انوری کا جی اس بات سے برا ہوتا ہے۔ کہ مجھے مایوسی ہوگی۔ سمجھتی ہے کہ جو کچھ کر رہی ہے ٹھیک کر رہی ہے۔ عورتیں ہمیشہ یہی سمجھتی ہیں کہ جو کچھ وہ کرتی ہیں۔ وہی ٹھیک ہوتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے اس قدر ضدی بھی ہوتی ہیں (مردہ تبسم سے) فکر ہے تو کس کا ہمسایوں کا

اصغر:۔ عورتوں کو ہمسایوں کا ڈر ہوتا ہے

عبداللہ (پھر اصل موضوع پر آ کر) ہاں غریب بچہ! میں نے تم سے کہا تھا۔ کہ رو رہا ہے۔ بیچارہ مایوس ہو گیا (سوچتے ہوئے) اصغر تمہیں معلوم ہے میں کیا سوچ رہا ہوں؟

اصغر۔ کیا؟

عبداللہ:۔ میں سوچ رہا ہوں۔ کہ وہ ابھی بہت چھوٹا ہے اسی لیے اپنی مرضی پوری کرانا چاہتا ہے اور میں اب بہت بڈھا ہو گیا ہوں۔ خوب خیال ہے نہ؟

اصغر (اچنبھے سے)

عبداللہ۔ ہاں کبھی پہلے اسکا خیال نہ آیا تھا۔ اور خیال بس یہ ہے کہ وہ ابھی بڑا نہیں ہوا۔ اور میں بڑی عمر سے گذر کر بوڑھا ہو چکا ہوں (یک لخت) اصغر بھلا زندگی میں سب سے اہم کیا چیز ہے؟ فلسفہ ہو سکتا ہے؟ وہ تو جوں کا توں ہی رہتا ہے۔ اور سو سال کے بعد بھی بس پتھر ہی کہلاتا ہے؟ کوئی تبدیلی ہوئی تو بس اس قدر۔ کہ ٹوٹ گیا۔ اور پھر وہ پتھر نہ رہا۔ پر اُسے اس کا علم نہیں ہوتا۔ کہ اس پر کیا گذری وہ رفتہ رفتہ تھوڑا ہی ٹوٹتا ہے۔ ایسا کہاں ہوتا ہے کہ پہلے اُسکا جہاز اُس کے ہاتھوں سے جاتا رہے۔ پھر اس کا گھر اُسکے ہاتھوں سے نکل جائے اور پھر جب وہ اپنے ننھے پوتے کو اس کے سونے سے پہلے کہانی سنانا چاہے تو وہ اس سے چھین لیا جائے ..... جب تھوڑا تھوڑا کر کے کسی کا اختیار چھنتا چلا جائے۔ تو فلسفہ کا دخل شروع ہو جاتا ہے۔

اصغر:۔ ابا میاں اگر مجھے واضح طور پر معلوم ہو جائے۔ کہ فلسفہ سے آپ کی ٹھیک طور پر کیا مراد ہے۔

Taj Tahir Foundation

تو میں زیادہ اچھی طرح سمجھ سکوں +

(انوری خاموشی سے داخل ہوتی ہے۔ اور دروازہ بند کے اندر آجاتی ہے)

اصغر:۔ کیوں سو گیا؟

انوری:۔ نہیں سویا تو نہیں۔ پر میں نے دونوں دروازے اچھی طرح بند کردیے ہیں۔ اب ہمسایوں کو اُسکی آواز نہ سنائی دے گی +

اصغر۔ ہائے ہائے انوری۔

انوری:۔ کیوں۔

عبداللہ:۔ اصغر میں نے کہا تھا نہ۔ اگر ہمسایوں کے کان ہوں۔ اور مکان ساتھ ساتھ ہوں۔ تو بچے کس طرح اپنی آرزوں کی تکمیل کرسکتے ہیں +

انوری (اصغر کے بجائے خود جواب دیتی ہے) بیشک آپ نے ٹھیک کہا ابا میاں۔ پر ہم کچھ ایسے بہت ساتھ ساتھ نہیں رہتے اور مکان کے پچھلے درجے سے ہمسایوں کو اسکی آواز نہیں پہنچ سکتی۔

عبداللہ:۔ شاید اسی لیے جب سے سردیاں آئی ہیں۔ تم نے ننھے کو پچھلے کمرے میں سلانا شروع کردیا ہے۔

انوری (ملول خاطر ہوکر) نہیں نہیں ابا میاں کیا کہتے ہو۔ آپ کا پلنگ تو میں اسلیے یہاں لے آئی۔ کہ آپ سردی سے محفوظ رہیں۔

عبداللہ:۔ تمھارے کہنے پر مجھے اعتبار ہے بیٹی (آنکھیں جھپکا کر) پر اتفاق سے نتیجہ مرضی کے مطابق بھی نظر آتا ہے۔ ایسا ہی ہے نہ

(عبداللہ جواب کا منتظر رہتا ہے۔ مگر اُسے کوئی جواب نہیں ملتا ہے انوری میز کے خانے میں سے سلائی کا کام نکالتی ہے۔ اور میز کے ایک سرے پر بیٹھ جاتی ہے۔ عبداللہ کے چہرے اور آواز سے زیادہ استغراق کا اظہار ہوتا ہے)

عبداللہ (سوچتے ہوئے) ہا غریب بچہ۔ اگر یہاں ہوتا۔ اور تمھیں یہ ڈر ہوتا۔ کہ کوئی اس کی آواز سُن لے گا۔ تو اُسے رونے دیتیں۔ کیوں رونے دیتیں؟

انوری (سکون سے) کیا پتہ؟

عبداللہ:۔ نہیں ہرگز نہ رونے دیتیں۔

انوری:۔ (اصغر سے) ذرا سوئی میں تاگہ ڈال دیجے۔ اور دیکھیے۔ اب کہیں آپ بھی میرے خلاف ابا میاں کی طرف داری نہ شروع کردیجے گا۔

Taj Tahir Foundation

شاهجهان کي نظربندي

Taj Tahir Foundation

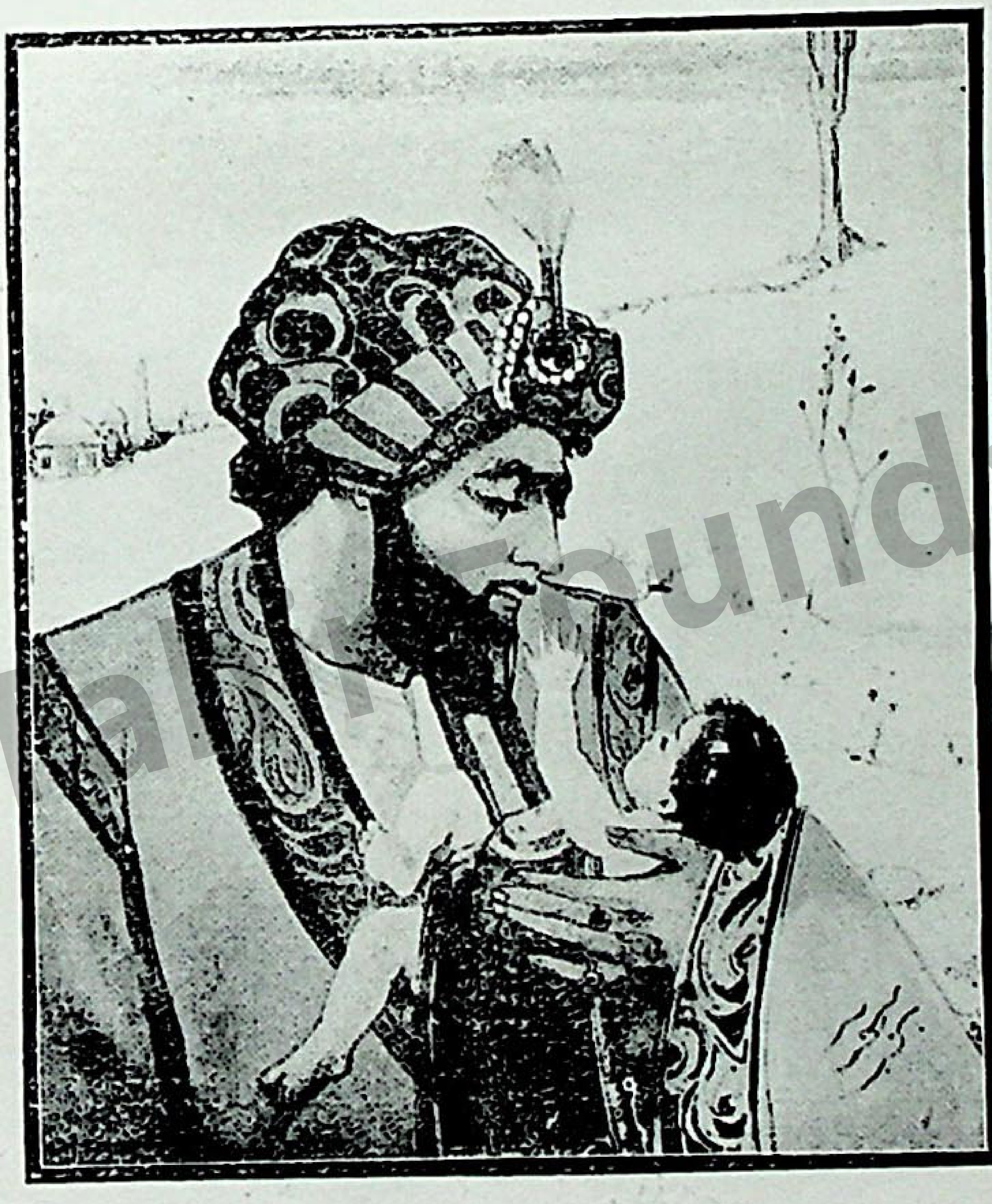

نور جہاں

Taj Tahir Foundation

اصغر۔ (حیران ہو کر) نہیں میں کیوں کسی کی طرفداری کرتا۔

انوری:۔ میں جانتی ہوں کہ کرنا تو نہیں چاہتے۔ پر تم مرد کچھ ایسے واقع ہوئے ہو۔

(انوری کا قطع کلام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عبد اللہ ایک زور کی چیخ مارتا ہے۔ اور آنکھیں بند کر کے اور کرسی کے بازو زور سے پکڑ کر تقریباً آدھے منٹ تک چنگھاڑتا ہے اور پھر یک لخت رک کر میاں بیوی دونوں کو دیکھتا ہے۔ جو چونک کر سراسیمگی کے عالم میں اسے تک رہے ہیں)

انوری:۔ ہے ہے ابا میاں۔ آپ کو کیا ہو گیا؟

عبد اللہ:۔ (دلجمعی سے) ہونا کیا کچھ نہیں۔ بس تجھ کو ایک ننھی سی کہانی سنانا چاہتا ہوں۔

انوری:۔ (استقلال سے مگر بڑے ہمدردانہ لہجے میں) لیکن اب خدا کے لیے دوبارہ۔

(ڈر کے مارے خاموش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ابا میاں نے چیخ مارنے کو پھر منھ کھول دیا ہے۔ مگر اصغر سے گفتگو کرنے کی غرض سے وہ پھر خود ہی چیخ کو ملتوی کر دیتا ہے)

عبد اللہ:۔ اصغر تمھیں خیال ہے میں نے کہا تھا۔ کہ جب تک بچے خود کچھ کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے ہیں۔ قدرت اُن کی آرزوں کی تکمیل کا کوئی وسیلہ پیدا کر دیتی ہے۔

اصغر:۔ ہاں۔

عبد اللہ:۔ اس سے تمھیں یہ خیال نہ آیا۔ کہ جب کوئی شخص بوڑھا ہو کر مجبور و لاچار ہو جائے۔ تو اُس کی آرزوں کی تکمیل کے لیے بھی کوئی وسیلہ ہونا چاہیے۔

اصغر۔ نہیں۔

عبد اللہ:۔ خوب مجھے بھی اس وقت اسکا خیال نہ آیا تھا۔

(ایک اور لمبی چیخ مارتا ہے)

انوری (اُس کے پاس جا کر) اے ہے۔ ابا میاں ہمسائے سُن رہے ہوں گے۔

عبد اللہ (پہلے کی طرح) مجھے معلوم ہے وہ سُن رہے ہوں گے بس گھر کے پچھلے حصے میں تھوڑا ہی ہوں

(ایک اور مگر کسی قدر مختصر چیخ مارتا ہے)

انوری (با چشم پرنم) ابھی پوچھنے آ جائینگے۔ کہ کیا ہوا؟

عبد اللہ:۔ آنے دو۔ مجھ سے تھوڑا ہی پوچھیں گے (پھر چیخ مارتا ہے)

انوری:۔ ابا میاں کیا کر رہے ہو؟۔ اجی۔

اصغر:۔ ہاں۔

Taj Tahir Foundation

انوری۔ (بے بسی سے) کچھ نہیں۔ ابا میاں خدا کے لیے بس کیجئے۔ وہ دل میں کہیں گے۔ دشمنوں کا دماغ چل گیا ہے۔

عبداللہ (چیخنا چلانا بند کر کے متانت سے) مجھے معلوم ہے انوری کسی مرد کو جو تمام عمر عزت سے بسر کر کے بوڑھا ہوا ہو۔ یہ بات ہرگز مرغوب نہیں ہو سکتی کہ تراسی سال کی عمر میں لوگ اُسے پاگل سمجھیں۔ لیکن زندگی میں سب سے اہم چیز اپنی آرزوں کی تکمیل کے لیے آزادی حاصل کرنا ہے (پھر چیخنا شروع کر دیتا ہے)

انوری (پریشان ہو کر اصغر سے) یہ کیا بات ہے؟

اصغر:۔ یہ فلسفے کی باتیں کر رہے ہیں۔

عبداللہ (پختگی سے) مجھے لوگ پاگل سمجھیں میں ننھے کو وہ کہانی سنا کر رہوں گا۔

انوری:۔ پر ابا میاں۔ یہ خود اسی کے لیے اچھا نہیں۔ میں نے آپ سے کہا بھی ہے۔ پر آپ کسی طرح سمجھتے ہی نہیں۔

عبداللہ:۔ نہ بیٹی میں اب نہیں سُننے کا۔ جب میں نے تم سے پوچھا تھا۔ کہ کیا نقصان ہے۔ تو تم نے میری بات سنی تھی (ہنس کر) نہیں اب میں بحث نہ کروں گا۔ میں نے عورتوں کے سامنے دلیلیں پیش کرنا چھوڑ دیا۔ میں پھر زور زور سے اس وقت تک روتا رہوں گا۔ جب تک تم ننھے کو میری ننھی مُنی کہانی سُننے کے لیے یہاں نہ لاؤگی۔ اور اگر ہمسائے ——— (زور سے چیختا ہے)

انوری (علیحدہ اصغر سے) یہ تو اچھے خاصے پاگل ہو گئے ہیں۔

اصغر (سراسیمگی سے) پر تم ان کو پاگل خانے ———

انوری (ملامت آمیز انداز میں) ہیں ہیں!

(عبداللہ اور بھی زور سے چیخ مارتا ہے)

انوری (منت سے) ائے ہئے ابا ——— (اور زیادہ زور کی چیخ)

انوری (پریشانی میں ہاتھ ہلا ہلا کر) یہ لو ——— آخر ——— ہائے میرے اللہ ——— توبہ ——— (آخر راضی بہ رضا ہو کر اور ہار کر) اچھی جاؤ۔ ننھے کو لے آؤ

(اصغر چلا جاتا ہے جس کمرے میں اختر ہے اس کے دروازہ کھلنے کا پتہ اختر کے رونے کی آواز سے لگ جاتا ہے، بیٹی کے رضامند ہوتے ہی بڑے میاں کا رونا رُک جاتا ہے۔ اصغر اختر کو گود میں لے آتا ہے اور اُسے نانا منتظر آغوش میں بٹھا دیتا ہے۔ لڑکے کا رونا دھونا رُک گیا ہے اور اب وہ ایک کمبل میں لپٹا ہے اور فاتحانہ

Taj Tahir Foundation

انداز سے مسکرا رہا ہے۔ نانا اور اچھی طرح لیبیٹ کراُس کا رُخ آگ کی طرف کردیتا ہے)

انوری (دیر تک سر ہلا ہلا کر) دیکھا۔ ایسا ہے یہ بچہ۔ ایک چیز کے لیے رو رو کر بُرا حال کریگا اور جہاں وہ مل گئی۔ بس پھر کچھ بھی نہیں۔

عبداللہ:۔ تو تم چاہتی ہو کہ اسکے ملنے کے بعد بھی روتا رہے۔ پر ننھے میاں صرف تمہاری ترکیب سے اب کے کام نہ چل سکا تھا۔ ہم دونوں کو چال چلنی پڑی۔ مجھ سے بڈھے کیلئے یہ بڑا کٹھن کام تھا۔ میاں۔ بھلا مجھ میں اب اتنا دم کہاں رہا کہ (بہت زور سے کھلکھلا کر ہنس پڑتا ہے۔ بچہ بھی ساتھ ہی ہنستا ہے) واہ وا۔ ہاں تو بھئی۔ اب بھلا کون سی کہانی کہیں؟

پردہ

سید امتیاز علی

(ماخوذ)

ماڈرن ریویو کلکتہ کے دفتر سے شروع سال حال سے "وشال بھارت" کے نام سے ہندی کا ایک بہترین رسالہ مشہور ہندی ادیب و محب وطن پنڈت بنارسی داس چترویدی کی ایڈیٹری میں کلکتہ سے جاری ہوا ہے۔ اسوقت تک اسکے تین چار نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں اور انہیں دیکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وشال بھارت اپنے طرز کا بہترین رسالہ ہے۔ ٹائیٹل پر مہاتما بدھ کی تصویر چھاپ کر اس معزز رسالہ نے اپنے اکثر ہمعصروں کے سامنے جو حسن ظاہری پر مٹے رہتے ہیں ایک قابل تقلید مثال پیش کی ہے۔ تصاویر کے علاوہ مضامین کے اعتبار سے بھی "وشال بھارت" اپنے مضامین کی سنجیدگی ہر اپنے خیالات کی بلندی اور ہمہ گیری اور زبان کی سلاست کے لحاظ سے بھی ہندی کا بہترین رسالہ کہلانے کا مستحق ہے۔ زبان میں "وشال بھارت" کی مثال اُردو رسالوں کی توجہ اور تقلید کی مستحق ہے ایڈیٹر صاحب اور دیگر مضمون نگاران "وشال بھارت" اُردو ہندی کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی طرف ہیں۔ وہ ہندوستانی زبان کے معتقد ہیں اور اسی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مارچ نمبر میں مولانا حالی کی مشہور نظم "چپ کی داد" ہدیہ ناظرین کی گئی ہے۔ جوبلی نمبر زمانہ کی نظم "پربت کی گیت" بھی نقل ہوئی ہے۔ اس پرچہ میں سب قسم کے مفید و دلچسپ علمی۔ ادبی۔ تاریخی۔ سیاسی مضامین نظم و نثر ہوتے ہیں۔ تصویروں کا انتخاب نہایت سلیقہ سے کیا جاتا ہے اور ہر نمبر میں کئی رنگین اور بہت سی سادی تصویریں دی جاتی ہیں۔ غرض یہ پرچہ ہر حیثیت سے قابل قدر ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ۔ منیجر وشال بھارت ۹۱ سرکلر روڈ کلکتہ۔

عدل جہانگیری

اس قصہ کا اس زرین زمانہ سے آغاز ہوتا ہے جبکہ حکومت مغلیہ اپنے شباب پر تھی اُسکا شمار دُنیا کی عظیم سلطنتون مین تھا - اور وہ بصد شان و شوکت ہندوستان پر حکمرانی کر رہی تھی - جہانگیر تخت حکومت پر جلوہ افروز تھا - ہر طرف امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ تھا - حکومت رعایا کے حقوق کی بہترین محافظ تھی اور عدل و انصاف اسکا طرہ امتیاز رہا ہے جہانگیر کی پرائیویٹ زندگی کیسی ہی کیون ہو وہ ایک بہترین شاہنشاہ تھا - اپنی رعایا کی دادرسی کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا -

ایک دن جہانگیر اپنی عدالت کے کام سے فارغ ہو کر تھکا ماندہ جب اپنے شاہی محل مین داخل ہوا تو اس کے دل مین خواہش موجزن تھی کہ وہ محل مین جاتے ہی اپنی محبوبہ ملکہ نورجہان کے پاس جاکر ایک گھنٹہ مسرت آفرین باتون مین گذارے - نورجہان بھی شوق و اضطراب سے اپنے والہ و شیدا شاہنشاہ کے انتظار مین تھی - اور جیسے ہی جہانگیر محل مین داخل ہوا - وہ بصد ناز و انداز ایک دلاویز تبسم کیساتھ جہانگیر کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گئی جہانگیر کا چہرہ فرط محبت اور وفور مسرت سے منور تھا - لیکن اسیوقت کانون مین ایک آواز آئی یہ طلائی گھنٹی کی آواز تھی جس کو سن کر جہانگیر فوراً لوٹ پڑا اسکا تبسم فکر و ملال مین بدل گیا نورجہان پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے فریادی کی جانب روانہ ہوا - نورجہان نے اپنے دل کو یہ کہکر تشفی دی کہ میرا پیارا شوہر کسی زیادہ مسئلہ مقدس یا اہم مقصد کے لیے واپس ہوا ہے جو میرے پیغام محبت سے زیادہ قیمتی ہے شاہنشاہ اسوقت آنیوالے فریادی کی فریاد سننے کے لیے زینے سے نیچے آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عمر رسیدہ کمر خمیدہ برقعہ پوش خاتون کھڑی ہے شاہنشاہ کو دیکھ کر خاتون نے اپنا برقعہ اتار دیا اور قدمبوس ہو کر آداب بجالائی - شاہنشاہ نے دریافت کیا "اے بوڑھی خاتون تم کیا چاہتی ہو"

فریادی عورت - "جہان پناہ! میری داستان نہایت غمناک ہے - کوتوال شہر میرے بیٹے اور داماد کو قید خانے مین ڈالکر قتل کرنیکی دھمکی دے رہا ہے -

جہانگیر - (غصہ مین) "وہ کیا چاہتا ہے"

بوڑھیا - اعلیٰ حضرت! وہ میری لڑکی کو جبراً حاصل کرنے پر تلا ہوا ہے - کل جب مین اور میری لڑکی

ایک بزاز کی دوکان پر کپڑا خرید رہی تھی تو بدقسمتی سے میری بیٹی نے اپنے منہ پر سے نقاب ہٹا دیا تھا۔

اتفاقاً کوتوال نے میری لڑکی کو دیکھ لیا۔ میرا لڑکا اور داماد اس کے ہمراہ تھے۔ کیونکہ دونون پولیس مین ملازم ہین اور بوقت سرکاری طور پر اسکے ہمرکاب تھے۔ اس نے لاعلمی سے ان دونون پر اپنے ناپاک ارادون کا حال ظاہر کر دیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ ان دونون نے اس کی شرمناک حرکت پر صداے احتجاج بلند کی ہے تو وہ بآواز بلند قہقہہ زن ہوا اور میرے داماد سے بیہودہ طور پر بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ وہ میری لڑکی کو طلاق دیدے تاکہ وہ خود اسکے ساتھ شادی کر سکے اس پر میرے غیور فرزند نے اپنی شمشیر آبدار نیام سے باہر نکال لی۔ اس ناشایستہ حکم پر اسکو متنبہ کیا لیکن اس بدخصلت پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس کو اپنی طاقت اور قوت پر ناز تھا۔ بعجلت تمام اس نے اپنے دیگر ماتحتون کو بلا کر میرے لڑکے اور داماد کو حوالات مین بند کر دیا اور آج صبح اس نے مجھے اپنے روبرو بلا کر بلا کسی شرم ولحاظ کے اپنے ناپاک ارادون سے آگاہ کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا اگر مین نے اسکی تجویز نہ مانی تو وہ میرے بیٹے اور داماد دونون کو قتل کرا دے گا۔ اور میری رضامندی بھی صرف بیٹے کو بچا سکتی ہے۔ داماد اس وقت تک اسکے آہنی پنجے مین مقید رہے گا۔ جب تک وہ میری لڑکی کو طلاق نہ دیدے اور اس پر ستم یہ کہ اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ تک نہ کیا جائے۔ مین یہ سنکر خوف زدہ ہوگئی اور بظاہر اسکی تجویز کی کوئی مخالفت نہ کی۔ لیکن مین نے اس معاملہ پر راے قائم کرنے کے لیے مہلت لی ہے۔ اب مین شاہنشاہ کے حضور مین حاضر ہو کر داد خواہ ہوں۔ شاہنشاہ نے خاموشی سے ٹہلنا شروع کیا۔ اور اپنے دل مین کہا۔ کیا کوتوال شہر کی ظلم و تعدی حدود انسانیت سے اسقدر تجاوز کر چکی ہے اگر ایسا ہے تو اسکو ضرور سزا ملنی چاہیے لیکن کیا مین اسکی گرفتاری کا حکم دیدون یا عدل وانصاف کو ترک کرون جو حکومت مغلیہ کا ہمیشہ طرہ امتیاز رہا ہے ایک جانب مجھ پر رعایا کے حقوق عائد ہوتے ہین اور دوسری جانب میرا ضمیر ہے! مین دونون کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کرون گا۔ مین اس پیر سالہ خاتون کی اپنی قوت بازو سے حفاظت کرونگا۔ بالآخر شاہنشاہ نے تہیہ کیا کہ وہ بوڑھیا کو ان مظالم سے نجات دلادے۔ اور اس نے اپنی کمر سے تلوار باندہ لی۔ مولویانہ لباس زیب تن کیا اور ایک طویل عبا پہنکر اپنی صورت علما کی سی بنالی۔ اور ساتھ ہی قرآن کریم بھی لے لیا۔ نیز ایک توشہ دان مین اپنی خوراک بھر لی اور اسے کندھے پر رکھ لیا۔ کیونکہ ابھی تک اسکو کھانے کا وقت بھی نہ ملا تھا۔

اب اس طرح وہ بوڑھیا کے ساتھ اسکے گھر کی طرف چل دیا۔ سن رسیدہ خاتون آگے آگے اور ہندوستان کا شاہنشاہ اس کے پیچھے پیچھے اس کے گھر کی جانب پاپیادہ جا رہا تھا۔ بالآخر دونون ایک تنگ و تاریک کوچے مین داخل ہو کر ایک قدیم اور شکستہ مکان مین داخل ہوئے۔ بڑھیا نے چراغ جلایا بادشاہ نے سب سے پہلے اپنے توشہ دان مین سے کھانا نکال کر کھایا۔ اور اسکے بعد تلاوت قرآن مین مشغول ہوگیا۔ اس طرح کئی گھنٹے گذر گئے

Taj Tamir Foundation

آدھی رات کا وقت ہوگیا اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ماں بیٹیوں دونوں کو بادشاہ سے ایک لفظ بھی کہنے کی جرأت نہ ہوئی شاہنشاہ جہانگیر کو کچھ نیند معلوم ہونے لگی تھی کہ دفعتاً گلی کے کتے زور زور سے بھونکنے لگے۔ اور ایک لمحہ بعد کسی نے بڑھیا کے مکان کے دروازے کو کھٹکھٹایا تھوڑی دیر میں سنگدل کوتوال اپنی شاندار وردی پہنے ہوئے گھر کے اندر تھا۔ جب اس نے اس گھر میں ایک مولوی کو دیکھا تو بہت ہنسا اور بڑھیا سے مخاطب ہوکر کہا "کیا تم نے اس مولوی کو مجھے بددعا دینے کیلئے بلایا ہے یا یہ کوئی جادوگر ہے جو اپنے منتر کے زور سے مجھے ہلاک کریگا۔

شاہنشاہ "حضور والا آدھی رات کے وقت ہم غریب مصیبت زدہ لوگوں سے آپ کس چیز کے طالب ہیں

کوتوال میں اسکی نوجوان لڑکی کا طالب ہوں اور اسی کے واسطے یہاں آیا ہوں"

شاہنشاہ - جناب کو ہم جیسے غربا کے ساتھ اس قسم کا تشدد روا نہ رکھنا چاہیے ہمارے پاس لے دیکے ناموس ہی باقی ہے جس کے ہم حافظ ہیں مگر حضور بلاوجہ اس کی بربادی پر آمادہ ہیں۔

کوتوال - اگر تمھیں اپنی عزت و ناموس کی گران قدر متاع عزیز ہے تو اٹھو اور مجھ سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں تمھارا اخلاقی وعظ سننے کے لیے یہاں نہیں آیا ہوں۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے نیام سے اپنی شمشیر براں باہر کھینچ لی۔ اور بادشاہ کے سر پر اس کو گھمانا شروع کیا دونوں عورتیں خوف و ہراس سے لرزنے اور چیخنے چلانے لگیں لیکن شاہنشاہ دلیرانہ طور پر اٹھا اور بادل ناخواستہ اپنے اسلحہ کو سنبھالکر سامنے آگیا۔ کوتوال نے گرجتے ہوئے کہا "بڈھے بہادر خبردار ہوجا۔ مجھے یہ دکھائی دیتاہے کہ اس نوجوان لڑکی کو لے جانے سے پہلے میں تیرا اور بڑھیا دونوں کا خاتمہ کرکے جاؤنگا۔

دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے تھے۔ کوتوال غصے سے اکڑ رہا تھا۔ اسکو اپنی قوت پر اعتماد تھا کہ وہ مولوی کو خواہ وہ کیسا ہی تلوار کا دھنی ہو دو نیم کرکے زمین پر گرادیگا۔ جہانگیر استقلال اور سکون کے ساتھ اسکے حملوں کو بچا رہا تھا۔ اسمیں کلام نہیں کو توال تلوار کا دھنی تھا۔ شاہی کھیلوں کے وہ اپنے عملی کرتبوں کی بنیاد پر کئی بار تبرمین تمغے حاصل کرچکا تھا۔ لیکن شاہنشاہ نے بھی اپنی مملکت کے ماہرین فن سے شمشیر زنی سیکھی تھی وہ بھی اس فن سے پورے طور پر واقف تھا۔ مقابلہ دیر تک جاری رہا آخرکار شہنشاہ نے اپنے دشمن کے دل پر ایک زخم کاری لگایا۔ بچاؤ کی کوشش میں خود کوتوال کی تلوار ہی اسکی اپنی کنپٹی پر لگی جس سے خون بہنے لگا۔ اسپر بھی وہ شاہنشاہ پر ایک غضبناک دتیز و تند طوفان کی طرح حملہ آور ہوا لیکن جہانگیر نے نہایت حوصلہ مندی اور چابکدستی سے اسکے وار کو روک لیا۔ بالآخر کوتوال چکر کھاکر گر پڑا۔ اور بادشاہ نے اس کے ہاتھ سے تلوار لے کر علیحدہ رکھ دی اور اسکو زمین سے اٹھاکر اپنی آغوش میں لے لیا۔

Taj Talim Foundation

شاہنشاہ "بھائی تم یہ نہین کہہ سکتے کہ مین تم سے باقاعدہ نہین لڑا۔

کوتوال ۔نہین! لیکن تم نے یہ مداخلت کیون کی کیا اسکے رشتہ دار ہو؟ کیا تمھاری عزت خطرے مین تھی ؟"

شہنشاہ ۔ "میری عزت خطرے مین نہین تھی بلکہ میرا انصاف خطرے مین تھا۔ مین جہانگیر ہون"

کوتوال ۔ نے نہایت جوش و خروش سے کہا "ظل اللہ ظل اللہ۔ براہ کرم مجھے اپنے ہاتھون کو چومنے دیجئے۔ جہان پناہ نے اپنے ملازمین کو بھیجدیا ہوتا کہ وہ مجھے پکڑ کر سولی پر لٹکا دیتے یا ہاتھیون کے پاؤن تلے روندا دیتے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی ذات خاص کو اس خطرے کیلئے کیون منتخب کیا۔

شہنشاہ ۔مین نے تمھارے مقابلہ مین خود فیصلہ کرنے کے بجائے خدا سے فیصلہ چاہا۔

کوتوال :۔مین اسکو اپنا اعزاز سمجھتا ہون کہ میرا خاتمہ میرے محترم و محبوب شہنشاہ کے ہاتھون ہوا خدا نے میرے حق مین جو فیصلہ کیا مین اُسی کا مستحق تھا۔ آپ میرے لیے دعا فرمائین کہ روز حشر اللہ تعالیٰ مجھ سے مواخذہ نہ کرے۔ کیونکہ دنیا مین مجھے بدلہ مل گیا ہے ۔مین ابھی تک بدترین مجرم ہون ۔مین نے اس غریب بوڑھیا کے داماد کو قتل کر دیا ہے"

یہ سنتے ہی نوجوان لڑکی کے مُنھ سے ایک خوفناک چیخ نکلی۔ وہ آگے بڑھی اور کوتوال کی تلوار لیکر فوراً اپنے آپکو ہلاک کرڈالا قبل اسکے کہ بادشاہ یا اُسکی ماں اسکو خودکشی کرنے سے روکتے وہ اپنا کام تمام کر چکی تھی

شاہنشاہ ۔عجیب غریب خیالات مین مستغرق اور نا امیدی کے عالم مین بیٹھا کف افسوس مل رہا تھا۔ اس نے کہا جس مقصد کو مین نے حاصل کیا تھا وہ ضائع ہوگیا اور خون رائیگان گیا"

سپیدہ صبح نمودار ہو رہا تھا شہنشاہ دو جنازون کے درمیان غور و فکر مین منہمک بیٹھا تھا۔ بوڑھیا المناک آہ و فغان مین مصروف تھی۔ نوجوان لڑکی نے حقیقتاً اپنی جان اپنے شوہر پر قربان کر دی۔

جہانگیر دل ہی دل مین سوچ رہا تھا کہ کیا نورجہان اپنے شوہر کے لیے ایسی قربانی نہین کر سکتی تھی کہ کیا وہ اب بھی میری خاطر ایسا کر سکتی ہے؟ یہ سوچکر جہانگیر دل ہی دل مین ملول ہو رہا تھا۔ کہ اتنے مین موذن نے صبح کی اذان دی۔ وہ اُٹھا اور قریب کی مسجد مین نماز ادا کی۔ مسجد سے پھر بوڑھیا کے مکان پر آیا۔ وہان سے اپنے لباس کو صاف کر کے باہر نکلا اور چند ہی منٹ مین اپنے محل کے دروازے پر پہونچ گیا۔ جہان محافظین کا دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ انھون نے شاہنشاہ کو اندر جانیکی اجازت نہ دی۔ شاہنشاہ نے جمعدار کو بلایا اور اسکو اپنی شاہی مہر دکھائی جمعدار شش و پنج مین ہوا تو جہانگیر نے بالآخر کہدیا کہ مین بادشاہ ہون اس نے اپنی مصنوعی ڈاڑھی اور مولویانہ عبا اتار ڈالی۔ اس پر تمام پہرے دارون نے شاہنشاہ کو سلامی دی اور بغیر کسی مزید

Taj Tahir Foundation

استفسار کے دروازہ کھول دیا - جون ہی جہانگیر زینے کو طے کر کے اوپر آیا تو ملکہ نور جہان شاہنشاہ کو سلام کرنے کی غرض سے اسکے پاس آئی - اسکا تبسم ظن و گمان سے ملوث شکوہ سنجی کا اظہار کر رہا تھا اس نے کہا "کیا میرے پیارے شاہ کی توجہ اس اذیت کوش حسن کی جانب مبذول ہو گئی تھی (معلوم ہوا کہ جب جہانگیر گذشتہ شام کو بوڑھیا کے ساتھ مصروف گفتگو تھا تو ملکہ نے بھی ان کی سب گفتگو سنی تھی) جہانگیر نے جھلائی ہوئی آواز مین جس مین تشدد پایا جاتا تھا کہا "کون؟ کس کی جانب؟" ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا "وہ مدعیہ کی لڑکی کی جانب" ملکہ نے بادشاہ کے رخ انور کی جانب متبسم نظرون سے دیکھا - لیکن جب دونون کی نظرین دوچار ہوئین تو جہانگیر کی نگاہون نے ملکہ کو خاموش رہنے پر مجبور کیا -

دو گھنٹے بعد دیوان عام مین شاہنشاہ نے اپنی رعایا کو باریابی کا موقعہ دیا - شاہ کی طبیعت مکدر اور رنجیدہ معلوم ہوتی تھی - اور پہلے سے زیادہ تفکرات سے لبریز - قبل اسکے کہ جہانگیر اپنی ملکہ نورجہان سے مفصل بات چیت کرے اسکو ابھی بہت کچھ کام کرنا باقی تھا لیکن جہانگیر متاسف تھا کہ اس نے ملکہ سے اس قدر برخی کیون برتی شاہ نے دربار سے ایک فرمان صادر کیا کہ بوڑھیا کا لڑکا فوراً رہا کر دیا جائے - اور رہائی کے بعد اسکو کوتوال شہر کا عہدہ تفویض کیا جائے - شام کو جہانگیر نے نورجہان کو تمام حالات سننے کا نہایت مشتاق پایا جہانگیر نے چند لفظون مین کل ماجرا بیان کر دیا اور اسکے بعد عیش و طرب میں مشغول ہو گیا - شراب ناب کا دور چلنے لگا - اس نے نورجہان کو قریب کھینچ کر اپنی آغوش مین لے لیا - اور کہا کہ بتاؤ اگر مین شراب ارغوانی کے مٹکون مین غرق ہو جاؤن تو کیا تم خودکشی کر لوگی؟

میری عزیز ملکہ پانی اس غرض کیلئے بہت سرد ہوتا ہے - اسپر ملکہ نے کچھ کہنا چاہا تو جہانگیر نے اس کو روک دیا اور کہا کہ اب اس واقعہ کی یاد نہ دلاؤ بلکہ شراب ناب کا ایک جام چھلکتا ہوا اپنے ہاتھ سے پلا دو

راجہ غلام احمد خان مزمل

رسید کتب

خیالات و رنگ - از مولوی محمد یحیی صاحب تنہا بی اے ایل ایل بی وکیل غازی آبادی قیمت ۸/

طریق معلم جلد اول و جلد دوم - مصنفہ بابو روپ پرشاد صاحب بی اے - ایل ایل بی وکیل لکھنؤ قیمت ۳ و ۵/

غازیان ہندوستان مصنفہ منشی بشیر اللہ صاحب بشیر مطبوعہ موہن پرنٹنگ پریس علی گڈھ قیمت ۲/

نالۂ جان سوز - از حضرت جگر بریلوی مطبوعہ نظامی پریس بدایون قیمت ڈھائی آنہ ۲/

دیوان ولی معہ دیباچہ - مولانا حیدر ابراہیم سایانی پنشنر لکچرار دکن کالج پونا قیمت عہ

انگلو ورنیکلر مڈل جغرافیہ - حصہ اول حصہ دوم و حصہ سوم (قیمت ۶ / ۸ / و ۹ /) مؤلفہ بابو کامتا پرشاد صاحب نگم

تنقید کُتُب

نغمۂ زار

پنجاب کے مشہور شاعر حضرت حفیظ جالندھری کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے جسکا دوسرا ایڈیشن اسوقت ہمارے سامنے موجود ہے۔

صفحہ ۳۳ سے ۳۶ تک ایک مختصر دیباچہ طبع اول ہے جسمین جناب پطرس کے چند جملے قابلِ غور ہین "خشک طبیعتون کو جابجا اس مین "فن" کے نقائص اور بے عنوانیان نظر آئینگی۔ اہل ذوق دیکھین گے اور جانین گے کہ ایک وارفتہ عاشق مزاج عشق کے اتھاہ سمندر مین خود بھی کسطرح ڈگمگاتا ہے اور دوسرون کے دل بھی کسطرح ہلاتا ہے۔ حفیظ ایک ایسا شاعر ہے جسکے قدم پامال رستے سے اِدھر اُدھر جا پڑتے ہین، لیکن یہ ایک گم کردہ راہ کی آوارگی نہین، ایک مست کی لغزشین ہین"

دیباچہ طبع ثانی مین (صفحہ ۵-۳۲-) جناب تاثیر ایم اے نے دادِ سخن سنجی دی ہے، حفیظ صاحب کی شاعری کی خصوصیت "شباب اور نغمہ" قرار دی ہے اور حفیظ صاحب کو "منظر کشی" مین عرب اور ایرانی شعرار کے رستہ پر چلتا ہوا پایا ہے اور اُن آزاد نگاہی کا اعتراف کیا ہے۔ امرأ القیس، عتابی، رودکی، منوچہری، قاآنی، سودا، محسن، غالب، ذوق وغیرہ - عربی، ایرانی اور ہندوستانی شعرار کی مناظر کشی کے مختصر نمونہ پیش کر کے۔ حفیظ صاحب کی "منظر کشی" کو سراہا ہے مگر ایک جگہ ارادی یا غیر ارادی طور پر دبی زبان سے یہ بھی فرمایا ہے کہ "حفیظ متقدمین سے رتبہ مین بہت کم سہی مگر اسکا زاویہ نگاہ وہی ہے جو متقدمین کا تھا لیکن حفیظ کے مناظر اس کی آزادنگہی پر دال ہین" ۔

اب ذرا نغمہ زار پر ایک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ حفیظ صاحب کی آزاد نگاہی کیسے کیسے دلکش منظر دیکھتی اور دوسرونکو دکھاتی ہے۔

لکھائی چھپائی کتابت و طباعت عمدہ تقطیع چھوٹی حجم ۲۰۲ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏ ۔ منیجر مخزن لاہور سے طلب فرمائیے۔

"ترنم"، کے ذیل میں سولہ نظمیں ہیں جنمیں باستثنار ایک دو تمام نظمیں طرز جدید پر مربع کہی گئیں ہیں یعنی ہشت ارکان کی بحور کو مربع کرکے لکھا ہے اور اکثر نظموں میں ردیف و قافیہ کی بندشوں سے آزاد ہوکر اظہار جذبات کیا ہے۔

درحقیقت اس مجموعہ کی بعض نظمیں، سلاست و روانی کا بہترین مرقع ہیں اور ان میں جدت و ندرت بھی موجود ہے گو نتیجہ کے لحاظ سے زیادہ کیف آور نہوں مگر مناظر فطرت کا نقشہ کھینچنے میں حفیظ صاحب کو کمال ہے

حفیظ صاحب کی اکثر نظمیں دلپذیر و مؤثر ہیں مگر ان کا پورا لطف اُسیوقت حاصل ہوسکتا ہے جب کسی خوش آواز ماہر موسیقی کی زبان سے سُنی جائیں۔

تغزل کے ذیل میں غزلیں ہیں جنمیں اکثر خوب ہیں۔

عبرت فزا ہے گور غریباں کی بے کسی ۔۔۔ میری نظر کے سامنے میرا مآل ہے

گور غریباں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا اور اپنے مآل کو یاد کرنا نہایت مستحسن ہے۔

ناکامیاں پیام بہ مرگ ہی نہ ہوں ۔۔۔ کیوں لے امید زیست ترا کیا خیال ہے

ناکامیوں کو موت کا پیامبر کہکر امید زیست سے اسکا خیال دریافت کرنا نہایت عمدہ خیال ہے پھر دوسرے مصرعہ کی بیساختگی اور برجستگی کا کیا کہنا - سبحان اللہ۔

کچھ راز نہیں کھلتا دزدیدہ نگاہی کا ۔۔۔ اب تو مرے سینے میں دل ہے نہ تمنا ہے

عاشق اپنے سینہ کو دل و تمنا سے خالی دیکھتا ہے مگر پھر بھی دزدیدہ نگاہ ہوتے اسکی طرف دیکھے ہی جسکا کوئی سبب ظاہر نہیں معلوم ہوتا کیونکہ دزدیدہ نظروں کا کام تو سینہ سے دل کو اڑا لینا مگر دل تو پہلے ہی سے موجود نہیں پھر دزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے کا کیا معنی؟ لطیف خیال ہے

اُمیدیں، آرزوئیں کھیلتی ہیں یوں مرے دل سے ۔۔۔ پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے

شاعر نے اپنی ناکامی و مایوسی کا نقشہ بہترین انداز میں کھینچا ہے۔ تشبیہ کی ندرت قابل ستایش ہے،

رہبر رہِ محبت کسقدر ہشیار ہے ۔۔۔ راہ کتراتا ہے شکل رہنما کو دیکھکر

واقعی راہ محبت کے رہرو کو کسی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے اُسکا جذبۂ دل خود اسکا رہنما ہوتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ رہنما خود گم کردہ راہ ہو اور اسکو کسی دوسرے راستہ پر لگا دے اسلیے وہ خود راہ کترا جاتا ہے اور رہنما کی رہنمائی سے اپنے آپ کو بچاتا ہے پھر اخفائے راز کے خیال سے بھی رہنما کو دیکھکر راہ کترا جانا ضروری ہے۔ غرض اس ہوشیاری کی داد نہیں دیجاسکتی۔

اس قسم کے بہت سے اشعار ہیں جو اہل دل کے واسطے وجد آفریں ہیں۔

حفیظ صاحب جوان شاعر ہیں، ان کے دل میں درد ہے اسلیے جو بات دل سے نکلتی ہے وہ بھی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے، مگر شاعری ایک ایسا فن ہے جسمیں متواتر مشق کرنیکے بعد بھی کمال حاصل کرنا درکنار

Taj Tanvir Foundation

اپنے کلام کو اسقام و نقائص سے پاک رکھنا بھی دشوار ہے، چنانچہ نغمہ زار مین بھی کچھ کمزور بیان اور لغزشین موجود ہین۔ مثلاً

جی مین آتی ہے کہ ہر ذرہ کو موسیٰ کردون　　　آنکھ جس کوہ پہ ڈالون اُسے سینا کردون

"جی مین آتی ہے" نہین بلکہ "جی مین آتا ہے" اُردو مین بولا جاتا ہے۔

اُدھر سے عشق بھی اُٹھا۔ گرے اپنی ہانک مین　　　اِدھر گیا اُدھر پھرا۔ فضول تاک جھانک مین

شعر کے مطلب پر غور کرنیسے ہانک کے معنی سودا، خبط وغیرہ سمجھ مین آتے ہین، مگر اُردو مین "ہانک" امر کا صیغہ ہے جو ہانکنا مصدر سے مشتق ہے یا "ہانک پکار" آواز کے معنے مین استعمال ہوتا ہے لیکن صرف جاہلون کی زبان سے ہم نہین سمجھ سکتے۔ کہ ہانک کسی اور معنی مین بھی استعمال ہوتا ہے یا نہین، شاید پنجابی زبان کا کوئی لفظ ہو۔

آپ بیتاب نمائش نکرین جلوون کی　　　ہمنے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

پہلے مصرع کی نثر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلوؤن کی نمائش (کو) بیتاب نکرین یعنی جلوؤن کی نمائش نہ کرین۔ اس صورت مین لفظ "بیتاب" حشو قرار پاتا ہے کیونکہ جلوؤن کا بیتاب ہونا، یا کرنا ان کی نمائش ہے مگر جلوؤن کی نمائش کو بیتاب کرنا بیکار سی بات ہے۔ ہمارے خیال مین "بیتاب" کی جگہ اگر "بیکار" پڑھا جائے تو شعر کا مطلب صاف ہوجاتا ہے۔

عیش مین لذّت کے بدلے ذلّتین ملتی گئین　　　نفع بھی ہوتا گیا جتنا ضرر ہوتا گیا

عیش کی لذّتون کے نقصان کا عوض ذلتون کو نفع قرار دینا کسی طرح مستحسن نہین کہا جاسکتا۔

ان چند خامیون کو نظر انداز کرکے دیکھا جائے تو نغمہ زار دراصل ایک جہان نغمہ ہے جسکی فضائے بسیط موسیقی کی ترنم ریزیون سے گونج رہی ہے۔

لمعات اختر

جناب قاضی احمد میان اختر جوناگڈھی کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے جسمین چند مختصر مسلسل نظمین چند غزلین اور سہرے وغیرہ ہین۔ بعض نظمین اڈیسن، ملٹن، اور بائرن وغیرہ مغربی شعرا کی نظمون کا ترجمہ ہین۔ یا ان سے ماخوذ ہین، شروع مین اختر صاحب نے "عرض حال" کے ذیل مین اپنے آپکو شعرا کی صف سے الگ رکھا ہے اور اس امر کو بھی شک کی

لہ چھوٹی تقطیع۔ حجم ۶۰ صفحات مصنف سے اختر منزل۔ قاضی واڑہ جوناگڈھ کاٹھیاواڑ کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

نظر سے دیکھا ہے کہ آیا وہ نظری شاعر ہین یا نہین"؟

اس مجموعہ کی ابتدا "زمزمۂ آفرینش" سے ہوتی ہے جو اڈیسن کی کسی نظم کا ترجمہ ہے۔ نظم جدید طرز پر مربع کہی گئی ہے۔ اگرچہ خیالات معمولی اور پیش پا افتادہ ہین تاہم روانی اور انداز بیان کی سادگی نے نظم مین ایک دلکشی پیدا کردی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جس وقت سایہ رات کا　　آفاق پر ہے پھیلتا
مہتاب بھی ہو کر عیان　　رہتا ہے نگران خلق کا
پھر چھیڑ دیتا ہے وہین　　اک قصۂ حیرت فزا

ہو کر مخاطب ارض سے
کرتا ہے شب بھر جاگ کے
اسرار ہستی کا بیان

بعض اور نظمین بھی اچھی اور دلکش ہین مثلاً "برکھا رت" "طاؤس" اور "نیچر اور شاعر"۔ لیکن بعض نظمون مین بعض ایسی لغزشین بھی ہین جو پڑھتے وقت کھٹکنے لگتی ہین۔ مثلاً ایک نظم ملٹن کی "فردوس گم شدہ" سے ماخوذ ہے۔ پوری نظم مناظر فطرت کا ایک نظر افروز مرقع ہے مگر اسمین "وہ" کی ضمیر نے ایک قسم کا انقباض پیدا کردیا ہے۔

ہے کیسی مفرح یہ ٹھنڈی ہوا　　ہے دلچسپ کیسا سحر کا سمان
مہکنا وہ گلہائے خوش رنگ کا　　وہ اڑ اڑ کے جانا یہان سے وہان
وہ ہلکی سی بوندون کی پڑنا پھوہار　　ہو خاک زمین جس سے عنبر فشان
وہ پُر لطف لیلائے شب کا ورود　　وہ راحت فزا چاندنی کا سمان
شگفتہ مگر دل کو تیرے بغیر　　کرین گی نہ ہرگز یہ دلچسپیان

آخری شعر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا تمام باتون کو دیکھ رہا ہے اور پھر کہتا ہے کہ تیرے بغیر یہ دلچسپیان میرے دل کو ہرگز شگفتہ نکرینگی۔ اگر "وہ" کے بجائے "یہ" ہوتا تو نظم زیادہ دلکش ہو جاتی۔

صفحہ ۱۲ پر ایک نظم ہے "شعاع آفتاب" جسکا پہلا شعر ہے۔

خلعتِ زرین ہر دو تو اے شعاع آفتاب　　قصر شاہی تک بھی تجھسے ہوئے ہین باریاب

چونکہ شعاع آفتاب کو "خلعت زرین" کہا گیا ہے اسلئے یہ تاویل کیجا سکتی ہے کہ اس خلعت سے قصر شاہی بھی باریاب (یعنی احسان مند) ہین لیکن حقیقت مین باریاب کا استعمال غلط ہوا ہے۔ شعاع آفتاب قصر شاہی مین باریاب یعنے بار پانیوالی (داخل) ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے نہ کہ خود قصر شاہی باریاب ہو۔

Taj Tahir Foundation

صفحہ ۱۲ پر ایک نظم ہے "گلاب کا پھول" اسکا ایک شعر ہے۔

گد گداتی ہے تجھے جبسدم نسیم
پھیلتی ہے چو طرف تیری شمیم

چاروں طرف یا چار طرف تو بولا جاتا ہے مگر "چو طرف" فصحاء کی زبان نہیں اگر چو طرف کی جگہ "ہر طرف" کہدیا جائے تو یہ سقم دور ہو سکتا تھا۔

صفحہ ۵۲ پر ایک غزل کا ایک شعر ہے۔

کہا کرتا ہے یہ مجھ سے وہ شوخ تندخو برسوں
کرے اللہ پوری ہو نہ تیری آرزو برسوں

"کہا کرتا ہے" دلالت کرتا ہے زمانۂ حال پر اور "برسوں" چاہتا ہے زمانۂ ماضی کو دوسرے مصرع میں "کرے اللہ" کا ٹکڑا بہت ہی بے کیف ہے۔

اختر صاحب کی غزلیات قریب قریب سب کی سب پرانے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں لیکن کہیں کہیں بعض اشعار خوب ہیں۔

خدا کی دین ہے یہ ہر کسیکو مل نہیں سکتی
محبت گھر بناتی ہے ہمیشہ پاک سینوں میں

بہرحال جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لمعات اختر ایک ایسے شخص کی فکر کا نتیجہ ہے جسکی مادری زبان اردو نہیں تو ہم تمام لغزشوں کو نظرانداز کر کے شاعر کی کوششوں کو مستحق داد سمجھ سکتے ہیں۔

پیغام درا

مولوی سید برکت علی صاحب "گوشہ نشین" رئیس فیروز پور (پنجاب) کے منظوم کا مجموعہ ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے یعنی صلائے درا، آوازِ درا اور زبور مشرق۔ ہر حصہ میں حمد، نعت، منقبت اور متعدد نظمیں ہیں۔

شروع میں بعض علماء و مجتہدین کی تقریظیں بھی ہیں اور مصنف کے مختصر حالات بھی درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی برکت علی صاحب دُنیا کا رنگ دیکھکر گوشہ نشین ہو گئے ہیں اور درویشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

تمام نظموں میں عموماً تاریخی، روایتی اور فرضی افسانے نظم کئے گئے ہیں جنکا مقصد ہے ناظرین و سامعین کو نصیحت کرنا، اور اسلئے پوری کتاب کو ایک درس خشک یا مولویانہ وعظ کہا جا سکتا ہے۔

اصول شاعری کو مدِنظر رکھکر پیغام درا پر تنقید کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ اس قسم کی نظمیں کہنے والے کو

۱؎ چھوٹی تقطیع حجم ۲۸۰ صفحات قیمت ۱۰ ملنے کا پتہ مصنف

Taj Tahir Foundation

شاعری سے چنداں غرض نہیں ہوتی بلکہ اپنا خیال ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن تعجب ہوتا ہے جب ہم جابجا مصنف کی زبان سے نعرۂ انانیت بلند ہوتے ہوئے سنتے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲۳۶ "ندائے غیب"

ایمان کا مرقع ہے عمل کی یہ ہے تصویر — پیغام ذرا گویا ہے قرآن کی تفسیر
کہدے یہ ہوس کو کوئی میری طرف سے — ہے کیمیا یہ اور یہی نسخۂ اکسیر

لطف یہ ہے کہ اس مجموعہ میں بہت سے اشعار موزونیت اور محاسن صوری و معنوی سے آزاد ہیں، جابجا غزلیں بھی ہیں مگر نام کی اور انہیں بھی وہی رنگ ہے جو پوری کتاب میں ہے۔

طمانچے تیز طمانچے موج دریا کے جو کھاتے ہیں — وہی اک روز آخر گوہر شاہوار پاتے ہیں
بُری صحبت میں جو مل کر گنوا دیتے ہیں عزت کو — بڑوں کے نام پر بٹہ وہی جاہل لگاتے ہیں

نظم کے ذریعہ سے مولانا حالی پانی پتی مرحوم اور مولانا اکبر الہ آبادی مرحوم نے بھی اصلاح قومی کا فرض ادا کیا ہے مگر اہل نظر دیکھ سکتے ہیں کہ ان بزرگان قوم اور گوشہ نشین صاحب کے کلام میں وہی مناسبت ہے جو آسمان اور زمین میں۔ کتابت و طباعت معمولی ہے اور کتابت میں غلطیاں بکثرت موجود ہیں۔

خونابۂ دل

یہ مختصر پرجوش نظم ہری سنگھ جوہان صاحب جری ایڈیٹر راجپوت گزٹ، لاہور کی فکر رسا کا نتیجہ ہے۔ اور راجپوت پرانتک سبھا پنجاب، جموں اور کشمیر کے سالانہ اجلاس منعقدہ پٹھان کوٹ کے موقع پر پڑھی گئی تھی۔

اس قسم کی دیگر نظموں کی طرح اس میں بھی پہلے قوم کی گزشتہ عظمت بیان کر کے حال کی ناگفتہ بہ حالت پر نظر ڈالی گئی ہے اور آخر میں جوانان قوم کو ترغیب عمل دی گئی ہے۔ چنانچہ اسکے آخری اشعار یہ ہیں۔

چارہ سازو! آج کل چارہ گری کا وقت ہے
رہنماؤ! اب حقیقی رہبری کا وقت ہے

اتحاد و عزم کی پھر آزمائش کیجئے — پھر اُسی امن و سکون کی آج خواہش کیجئے
اپنی ہمدردی کی دنیا میں نمائش کیجئے — کی تھی سازش بخت نے آپ اس سے سازش کیجئے

درس عبرت لیجئے پھر آشیانہ دیکھکر
کیجئے کچھ کام اب رنگ زمانہ دیکھکر

Taj Tahir Foundation

پوری نظم جوش و خروش قومی کا ایک مرقع ہے جسکو پڑھنے کے بعد دل مین درد پیدا ہوتا ہے۔ باعتبار فن اس نظم مین بعض جگہ خامیان بھی ہین، لیکن اسکا موضوع اور اسکے جذب اثر کو دیکھتے ہوئے ان لغزشوں کو عموماً نظر انداز کیا جا سکتا ہے، تاہم ایک دو غلطیون کیطرف توجہ کرنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک بند کا ٹیپ کا شعر ہے۔

جا پڑے تھے جب کبھی خنجر بکف جنگ گاہ مین ۔۔۔ حشر ہو جاتا تھا برپا لشکر بدخواہ مین

پہلے مصرعہ مین جنگ کا "گ"، تقطیع سے خارج ہے۔ اس عیب کو دور کرنیکے لئے "جنگ گاہ" کو "جنگاہ" لکھا گیا ہے۔ لیکن اہل نظر اس عیب سے چشم پوشی نہین کر سکتے۔ اس کے علاوہ دوسرے مصرع مین "حشر ہو جاتا تھا برپا"، کے لحاظ سے پہلے مصرع مین "جا پڑے تھے" کے بجاے "جا پڑتے تھے" ہونا چاہیے کتابت وطباعت عمدہ، چھوٹی تقطیع، حجم ۲۰ صفحات ۲؍ کے ٹکٹ بھیجکر مصنف سے طلب فرمائیے۔

لطائف الشعراء

اس کتاب مین حضرت ابو الکمال امروہوی نے اردو، فارسی اور عربی نظم و نثر کی اکیس کتابوں سے (جنکی فہرست کتاب کے شروع مین شامل ہے) لطیفے اور چٹکلے اخذ کرکے ایک جگہ جمع کر دئے ہین۔ مؤلف کے بیان کے مطابق اس کتاب کی غایت اہل علم اور اہل قلم کی دماغی تفریح کا سامان مہیا کرنا ہے۔ اور اُسکے مطالعہ کے بعد ہم کہہ سکتے ہین کہ مؤلف کو اپنے مقاصد مین کامیابی ہوئی ہے اکثر لطیفے دلچسپ اور ہنسانیوالے ہین لیکن عربی مطائبات کے ذیل مین اکثر عربی جملون اور اشعار کا ترجمہ نظر انداز کر دیا گیا ہے جسکی وجہ سے عربی زبان سے ناواقف حضرات پورے طور پر حظ نہین اٹھا سکتے ہین۔ صاف لکھائی چھپائی کے ساتھ یہ کتاب $\frac{۱۸}{۲۲×۸}$ تقطیع کے ۴۴ صفحات پر ختم ہوئی ہے قیمت ۸؍ مؤلف سے بارکر ہائی اسکول مراد آباد سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

مثنوی گلزار نسیم

مثنوی گلزار نسیم اسقدر مشہور ہے کہ ہر پڑھے لکھے آدمی کو اس کے چند اشعار ضرور یاد ہونگے۔ پیش نظر نسخہ کو سید محمد منظور علی رضوی، ایم اے۔ ایل۔ ٹی نے نہایت صحت کیساتھ مرتب کیا ہے

شروع میں پنڈت دیا شنکر نسیم کی مختصر سوانحعمری اور مثنوی گلزار نسیم کے متعلق مشہور ادیب پنڈت برج نرائن، مولانا محمد حسین آزاد، مولانا شرر اور مولانا شوق قدوائی کی رائیں درج ہیں آخر میں مشکل الفاظ کے معانی اور مشکل اشعار کے مطالب بھی درج ہیں جسکی وجہ سے یہ مثنوی طلبا اور سکے لئے مفید ہوگئی ہے۔ چھوٹی تقطیع، لکھائی چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب، قیمت آٹھہ آنہ ۸ر شائقین لالہ رام نراین لال بک سیلر الہ آباد کے پتہ سے طلب فرمائیں۔

صحیفۂ مصحفی

یہ مختصر صحیفہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی امروہوی کی سوانح عمری کا اور ان کے کلام کے انتخاب پر مشتمل ہے جس کو مولانا میر افق امروہوی نے مختلف تذکرون سے مرتب کیا ہے اور مولانا آزاد نے آبحیات مین مصحفی کی معاش وغیرہ کے متعلق جو روایتین بیان کی ہین اُن کی تردید کی ہے۔

حضرت مصحفی نے اپنی طویل عمر شعر گوئی مین بسر کی اور آٹھ دیوان مرتب کئے جواب کمیاب کیا نایاب ہین مصحفی کی شاعری کے متعلق کسی قسم کی تنقید کرنا تحصیل حاصل ہے اس لئے کہ موصوف اردو زبان کے ایک مسلم الثبوت و مستند سخن ور تھے جن کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے اور میر انشا سے جو معاصرانہ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، وہ زبان زد خاص و عام ہے۔

صحیفۂ مصحفی مین اگرچہ انتخاب کلام مختصر ہے، تاہم غزل، قصیدہ، مثنوی وغیرہ سب چیزین موجود ہین چھوٹی تقطیع ہے اور قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ: میر افق امروہوی۔ محلہ گھنگوری ضلع مرادآباد،

رسید کتب

۱۔ سیرۃ المحمود یعنی سوانحعمری خواجہ عماد الدین محمود گاوان مولفہ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم مطبوعہ نظامی پریس بدایون قیمت ۱ر

۲۔ مدوجزر روان۔ کلیات منشی جگت موہن صاحب رواں ایم اے وکیل اناؤ قیمت عہ

۳۔ حیات فریاد۔ یعنی سوانح سید شاہ الفت حسین فریاد مصنفہ خان بہادر مولانا شاہ مرحوم مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈہ۔ قیمت

سرِ حقیقت

(از جناب نیرؔ لکھنوی)

ازل سے دل مرا نقشِ بدیعِ کلکِ فطرت تھا
نظامِ ہر دو عالم قطرۂ خوں میں ودیعت تھا

حریمِ قدس کے پردے میں اک ہلکی سی جنبش تھی
تجلی چھن رہی تھی جلوہ بیتابِ اشاعت تھا

طلسمِ لوح پر بیٹھا تھا پہرا اسمِ اعظم کا
قلم سجدے میں تھا اندیشہ اک تصویرِ حیرت تھا

جلالِ سرمدی لہرا رہا تھا اپنے پرچم کو
خزانہ کن کا زیرِ پردۂ اسرارِ ہیبت تھا

کھڑے تھے رونگٹے تن پر زمیں کے فرطِ ہیبت سے
مگر یہ سبزۂ خوابیدہ بھی پامالِ حسرت تھا

خموشی کو تجلی سے ہم آغوشی کی لذت تھی
ہر اک جلوہ مگر تفسیرِ قرآنِ حقیقت تھا

چلی آتی تھیں کانوں میں شکستِ دل کی آوازیں
یہ غنچے اوس چمن کے تھے یہ سازِ بزمِ عشرت تھا

وہی دل عینِ عالم صورتِ حق برزخِ اکبر
ازل کی بزم میں یوں مائلِ حرف و حکایت تھا

تجلی بھی نہ تھی جب تک بساطِ بزمِ لاہوتی
مدارِ قطب پر میں نقطۂ انوارِ وحدت تھا

پھریرا میرا اڑتا تھا فضائے علمِ باری میں
ازل کے قبل بھی میں میر سامانِ مشیت تھا

یہ صوتِ سرمدی جس پر ستارے رقص کرتے ہیں
وہ نالہ ہے ازل سے جو شرر ریزِ محبت تھا

برودت ماہ میں تھا اور حرارت مہرِ تاباں میں
ہوائے صبح میں خنکی تھا پھولوں میں نزاکت تھا

طلسمِ نقشِ کن ٹوٹا تھا میرے سانس لینے سے
میں ہی روحِ مجرد باعثِ ایجادِ فطرت تھا

جبینِ حور کا بوسہ ملائک عار سمجھے تھے
مرا نقشِ کفِ پا اس قدر لبریزِ طلعت تھا

عرق ٹپکا تھا جو ہنگامِ سجدہ میرے ماتھے سے
وہ سینکا قطرہ قطرہ نقش بندِ نہرِ جنت تھا

نثارِ سلسبیلِ نیازی تھا مرے اشکوں کا سرمایہ
نہ سیارے نہ ثوابت تھے نہ یہ سامانِ زینت تھا

ہوا سطرِ کششِ برقِ تجلی طورِ سینا پر
دماغِ موسوی میں بیخودی سے میں جسارت تھا

فرازِ نوکِ نیزہ تھی کبھی معراج کی منزل
نہ خنجر تجلی بخشِ محرابِ عبادت تھا

مری سیرت سے ظاہر تھے خواصِ اسمائے حسنیٰ کے
مری صورت سے پیدا ایک جوشِ معنویت تھا

ستاروں نے مجھے سجدہ کیا تھا بزمِ رویا میں
سریرِ مصر پر میں پایہ افزائے حکومت تھا

جہاں روح القدس کے بھی پر پرواز جلتے تھے
وہاں اک رات ایسی تھی کہ میں سرگرمِ خلوت تھا

آندھی

از مسٹر محمد یحییٰ تنہا صاحب بی اے - ایل ایل بی

ترے زور کا کیا ہی کروں میں بیان　　ترے شور سے تنگ ہے سارا جہان
تو چلی، تو جلو میں تھا تیرے روان　　وہ غبار، جو پہونچا کہاں سے کہاں

ترے دھوم سے آنے کی ہمکو خبر　　ہوئی جبکہ فلک پہ تو چھا ہی گئی
تو گھٹا سی جو دور سے آئی نظر　　تو پرندوں کے دل میں یہ آ ہی گئی

ق

کہ ہوا میں کلیلیں وہ کرنے لگے　　ترے آنے کی خوشیاں منانے لگے
ترے آنے سے اب وہ بھی ڈرنے لگے　　کہ وہ گھونسلے چھوڑ کے جانے لگے

یہ ہوا میں سکون ترے بل ہی کا ہے　　ترے آنے کی دیتا ہے سب کو خبر
یہ سکوت پر اب کوئی پل ہی کا ہے　　کہ تو دور سے آتی ہے ہمکو نظر

ترے شور نے زور وہ باندھ دیا　　کہ تو سر پہ زمین کو اٹھا کے چلی
تجھے جو بھی ملا اسے تو نے لیا　　خس و خار کی فوج بنا کے چلی

ترے خوف سے آدمی بھاگ گئے　　ترے زور سے درخت بھی ہلنے لگے
ابھی سر کو اٹھائے غرور سے تھے　　ابھی جھک کے زمین سے ملنے لگے

ترے آنے سے دن پہ وہ خاک پڑی　　کہ جہان میں اندھیرا سا پھیل گیا
تو کسی سے ہے آج لڑائی لڑی　　جو غبار زمین سے اتنا اٹھا

Taj Tahir Foundation

ابھی کمرہ کے سارے دریچۂ و در گئے بند کہ تجھکو نہ راہ ملے
بھری خاک ہے گھر کی فضا مین مگر ملے تجھ سے تو کیسے پناہ ملے

ترے آنے سے پہلے مکان تھا صاف کیا نحس قدم نے ترے خراب
دیا گرد کا تو نے چڑھا جو غلاف کسی شے مین رہی نہ وہ آب نہ تاب

نہ وہ چھان رہی نہ وہ پھونس رہا ذرا دیکھ! کہان کہان پھیل گیا
مچی کھلبلی، شور یہ کیسا ہوا کہین گائے گئی، کہین بیل گیا

ذرا گھر سے نکل کے تو دیکھیے اب کہ درخت اُکھڑ گئے، ٹوٹ گئے
گرے ٹوٹ کے آم جو باغ کے سب تو نصیب غریبون کے پھوٹ گئے

ق

ابھی خوش تھے ابھی ہین وہ سخت ملول کہ بہار گئی ہے خزان سے بدل
انھین اصل بھی ابھی نہوگی وصول اُنھین چین ملے گا نہ آج نہ کل

تری خوبیان ہمکو دکھائی نہ دین کہ ہے آنکھون مین گرد ہی گرد بھری
جو نکلتی نہ پانون تلے سے زمین ترے شور کو شر سے سمجھتے بری

ترا آنا بُرا ہے یہ کون کہے؟ ترے آنے سے صاف ہوائین چلین
ترے ہاتھ سے تنگ تو سب ہی رہے تری سختیان دُنیا نے جھیل ہی لین

یہ تلاطم موج بھی تو نے کیا وہ گھٹا کی ہوائین بھی تجھ سے چلین
جون ہی خاک کو تو نے یہ اوج دیا وہ خراب ہوائین یہان سے ٹلین

کسی ملک مین وقت ہے نہ ترا کوئی مئی، جون مین یہان ترا دیکھا عروج

ترا غرب میں ہوگا بسیرا کوئی
کہ اُدھر ہی سے ہوتا ہے تیرا خروج

نہو تو تو گھٹا بھی نہ آئے یہاں
نہ گھٹا ہو تو مینھ بھی نہ برسے ذرا
نہو مینھ تو یہ غلہ ہو پیدا کہاں؟
نہو غلہ تو زندہ رہے کوئی کیا؛

تجھے سمجھے ہوئے تھے بلا ہی بلا
ہوئی خلق کے حق میں تو رحمتِ حق
کوئی شر نہیں خیر سے رہتا جدا
ہے اسی میں تو جلوۂ قدرتِ حق

تنہا

شمیمِ پریشان

از حضرت شمیم خیر آبادی

مجھی کو پھر نہ ملا لطفِ ہمنشینیِ گل
میں ہی ہوں جسکو پریشاں شمیم کہتے ہیں

کیا بیٹھیں کسی کے پاس کسیکا دل بہلانا کیا جانیں
جب خود ہی فسانہ بن گئے ہم تو کوئی فسانا کیا جانیں
چاہے جو کچھ گزرے لب تک شکوہ لانا کیا جانیں
خود ہم جلنے کے خوگر ہیں کسی کا جلانا کیا جانیں
کوچے سے اُٹھکے گزریں تو ہم "ٹوکے جو کوئی" پھر کیا ہو
بات بھی تو کرنا نہیں آتا بات بنانا کیا جانیں
فاشِ رازِ عشق کے ڈر سے بھر نہیں سکتے ٹھنڈی سانس
اور وہ ہونگے ہم نالوں سے حشر اُٹھانا کیا جانیں

گریہ غم میں خار تمنا سے آخر دل پاک ہوا
یعنی اک سیلاب جو آیا دور خس و خاشاک ہوا

یوں کوں گھڑی ہے ایسی جب نہیں طبع حزیں گھبراتی ہے
ہاں اُنکی گلی میں جانے سے تسکیں سی کچھ ہو جاتی ہے
نہیں پوچھتی یہ کمبخت اُنھیں جو مرتے اسی حسرت میں ہیں
جنھیں ہو نہ ذرا خواہش اسکی اُنھیں دیکھا ہوت آتی ہے

برق اگر یوں لرزاں ہے بارش بھی یوں ہوتی ہے
آپ تو بیٹھے ہنستے ہیں محفل ساری روتی ہے
الفت کا اک نام کیا مفت اُنھیں بدنام کیا
شکلِ شمیم اب دیکھیں کیا نام سے نفرت ہوتی ہے

فلسفۂ ہستی

از جناب سکھدیو پرشاد سنہا بسمل الہ آبادی

رہنے کا نہیں سوز و گداز ہستی — معلوم ہوا مرنے پہ رازِ ہستی
گو نغمے ہیں دلچسپ مگر اے بسمل — ٹوٹے گا کسی روز یہ سازِ ہستی

آنکھیں ہوں تو دیکھے کوئی رازِ ہستی — دل ہو تو سُنے نغمۂ سازِ ہستی
کرتے ہیں وضو آبِ فنا سے بسمل — ہوتی ہے ادا آج نمازِ ہستی

ہر موج ہے اک پردۂ سازِ ہستی — کُھلنے کو حبابوں سے ہے رازِ ہستی
کوشش نہ ابھرنے کی کرو اے بسمل — غرقِ آبِ فنا ہوگا جہازِ ہستی

اللہ رے اللہ رے نازِ ہستی — پھر ناز کے ہمراہ نیازِ ہستی
اب تک ہے اسی فکر میں دنیا بسمل — سمجھا نہ کسی نے کبھی رازِ ہستی

میر تقی مرحوم

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا — حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

Taj Tahir Foundation

ایک جنگلی پھول

از جناب جگر بریلوی

اُف یہ رنگینی و دلآویزی — اُف یہ رعنائی و جنوں خیزی
اُف یہ نقش و نگارِ زیبائی — اُف یہ جوشِ بہارِ زیبائی
شوق نے حشر کر دیا دل میں — سوز ہی سوز بھر دیا دل میں
اُف مرے اضطراب کا عالم — دل ہے اور ایک لرزشِ پیہم
چاہتا ہوں کہ رازِ حسن کہوں — ہائے میں اپنے آپ میں کب ہوں
کیا کہوں تو جہاں میں کیا شے ہے — عقل جاتی رہی مری ہے ہے
ایک تصویر تیرا نقشہ ہے — دفترِ حسن کا خلاصہ ہے
اور بھی پھول ہیں جہاں میں بہت — قدر ہے جنکی گلستاں میں بہت
اُن میں یہ خوبیٔ جمال کہاں — اُن میں یہ شانِ ذوالجلال کہاں
ماند ہے تجھ سے رونقِ گلزار — گرد ہے تیرے آگے رنگ بہار
پھونک ڈالے دل و جگر میرے — بھر دیے سینے میں شرر میرے
آہ صبر و قرار کھو بیٹھا — راحتِ زندگی کو رو بیٹھا
ہے عجب کیف لیکن اس غم میں — اُڑ رہا ہوں میں اور عالم میں
اب یہی جان کی تمنا ہے — اب یہی روح کا تقاضا ہے
تیرے سایے میں خاک پر بیٹھوں — دین و دنیا سے بے خبر بیٹھوں
اور سجدے میں ہو جبیں میری — تر ہو اشکوں سے آستیں میری

جذبۂ نو

از جناب مولانا وحید الدین صاحب سلیم

ہر خیال کہنہ کو دل سے مٹانا چاہیئے
اِک نیا عالم تصور کا بسانا چاہیئے

لالہ و سوسن کی تصویروں سے دل اُکتا گیا
اک مرقع تازہ رنگوں کا سجانا چاہیے

جام و مینا ہوں نئے۔ رندان میکش ہوں نئے
اک نئے پیر مغاں کو ڈھونڈھ لانا چاہیئے

دیر سے سنتے ہیں ساز مادیت کی صدا
زمزمہ روحانیت کا اب سنانا چاہیئے

عقل کی دیکھی ہے ہم نے فتنہ سامانی بہت
عشق کا ہنگامہ کوئی اب اٹھانا چاہیئے

ذہن کی فکر آزمائی سے ہے افسردہ بشر
دل کے ارمانوں کا اب جلوہ دکھانا چاہیئے

ہے بپا دیر و کلیسا کے پرستاروں میں جنگ
حُبِّ انسانی کا اب معبد بنانا چاہیئے

ہفتخوان زندگی کی منزلیں ہوں گی کٹھن
راہ نو پر قافلوں کو اب لگانا چاہیئے

ہو چکے اسباب ظاہر کے کرشمے بے اثر
قوّت باطن کو بھی اب آزمانا چاہیئے

جذبۂ نسل و وطن کی دیکھ لیں خونریزیاں
خاک میں اِن خنجروں کو اب دبانا چاہیئے

جس کی فطرت پاک تر ہو جس کی سیرت نیک تر
اب وہ انسان عالم صورت میں آنا چاہیئے

علامہ اقبال

مری ہستی نہیں وحدت میں کثرت کا تماشہ ہے
کہ خود عاشق ہوں خود معشوق ہوں خود ذوقِ فرقت ہوں

نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس میخانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

وضو کے واسطے آتا ہے کعبہ لے کے زمزم کو
الٰہی کون سی وادی میں ہیں محو عبادت ہوں

نہ سمجھو دو رکچھ خاکِ عرب کے سونے والوں کو
مجھے معذور رکھو میں مست صہبائے محبت ہوں

یہی صہبا ہے جو رفعت بنا دیتی ہے پستی کو
اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں راز ہستی کو

پنگھٹ

از جناب محمد زبیر ردحی الہ آبادی

روح افزا ہے نور کا تڑکا دنیا نیند سے جاگی ہے
رات اندھیری نور کی چادر اوڑھے سونے جاتی ہے

نکلے اپنے گھروں سے پوجاری پوجا کرنے جاتے ہیں
دل میں خوشی ہاتھوں میں کمنڈل کیسے بھجن وہ گاتے ہیں

برپا ہے اک ہنگامہ سا چڑیاں شور مچاتی ہیں
صبح کو پاکر کیسی خوش ہیں کیسے نغمے گاتی ہیں

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا گلشن میں دھیرے دھیرے چلتی ہے
کیسی بھینی بھینی خوشبو جامۂ گل سے نکلتی ہے

ہل اور بیل کو لیکر دہقاں کھیت کی جانب جاتا ہے
ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے وہ خوش ہے اور کچھ گاتا ہے

گوالے اپنی گائیں لیکر بن کی جانب جاتے ہیں
اُن کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچھڑے بھی چلاتے ہیں

سب کو کام کی فکر ہوئی ہے جسم سے سستی دور ہوئی
پہلی کرن سورج کی چمکی تاریکی کافور ہوئی

پنگھٹ پر کیا بھیڑ لگی ہے سکھیاں پانی بھرتی ہیں
آپس میں ہنس بول رہی ہیں کیسی چہلیں کرتی ہیں

کوئی پانی کے چھینٹوں سے اپنا رنگ جماتی ہے
کوئی ناز سے پیچھے ہٹ کر اُسکو آنکھ دکھاتی ہے

کوئی بیچاری غم کی ماری چھینٹوں سے گھبراتی ہے
بھیگ گئی ہے اسکی ساری گالی دیتی جاتی ہے

دو سکھیاں اب پانی بھرکر گھر کی جانب جاتی ہیں
سر پر گھڑا گھڑے پر گڑوا - اور زلفیں بل کھاتی ہیں

اپنے اپنے پیتم کی وہ باتیں کرتی جاتی ہیں
ناز سے اپنے قدموں کو دھرتی پر دھرتی جاتی ہیں

ایک اکیلی غم کی ماری اُنکے پیچھے آتی ہے
محو کسی کی یاد میں ہے نینوں سے نیر بہاتی ہے

دیکھ رہی ہیں مڑ مڑ کر وہ دونوں اس دکھیاری کو
کہتی ہیں کس نے چھیڑا ہے ناحق اس بیچاری کو

برقِ تبسم رہ رہ کر وہ خرمنِ دل پہ گراتی ہیں
جوش میں آکر گاتی ہیں اور کیا کیا وہ اٹھلاتی ہیں

آہ ابھی اس دنیا کے وہ رنج و الم کو کیا جانیں
آہ وہ چرخ ستمگر کے ظلم اور ستم کو کیا جانیں

مستِ جوانی ہیں وہ روحی پیش نظر انجام نہیں
گویا اُن کی صبح طرب کو کچھ بھی خوفِ شام نہیں

آہ جوانی بھی کیا شے ہے اسکی بھی کیا ہستی ہے
اس عالم کے ہر ذرے میں اک اک دنیا بستی ہے

علمی خبریں اور نوٹس

حال میں دنیا کے بڑے بڑے کتبخانون کے متعلق شمار و اعداد شایع ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پچاس ہزار سے زائد کتابون کی تمام دنیا میں صرف ایکہزار اٹھتیس لائبریریاں ہیں جنمین کل ۱۰۷ ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) کتابیں ہیں ان میں سے صرف یورپ میں ۶۶۹ کتبخانے ہیں اور ان کی کتابوں کی تعداد ۹۱ ملین بیان کیجاتی ہے۔ یورپ مین اس بارے میں اولیت کا سہرا جرمنی کو حاصل ہے جہان ایکسو ساٹھ کتبخانے ہیں جنمین ۲۹ ملین سے زیادہ کتابیں ہیں اس سے کم انگلستان کا نمبر ہے جہان ۱۰۱ کتبخانوں میں سترہ ملین کتابیں ہیں اطالیہ مین ۸۵ کتبخانے ہیں اور ان میں سترہ ملین کتابیں ہیں۔

مرحوم بابو منگلا پرشاد صاحب رئیس بنارس کے یادگار میں ہر سال ہندی کی ایک بہترین تصنیف پر ہندی ساہتیہ سمیلن کیطرف سے بارہ سو روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سال "ویرست سری" کے مصنف مسٹر یوگی ہری کو یہ انعام ملا ہے

ریاست حیدرآباد کے مشہور رئیس نواب معین الدولہ صاحب بہادر نے جو آسمان جاہ کے پائیگاہ کے وارث ہین انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کو دس ہزار کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔

منشی پریم چند صاحب کے سولہ چھوٹے افسانوں کا ایک مجموعہ "خواب وخیال" کے نام سے لاہور سے شایع ہوا ہے چودہ کہانیوں کا ایک اور مجموعہ "فردوس خیال" کے نام سے انڈین پریس الہ آباد میں زیر طبع ہے۔ آپ کا ناول "جلوہ ایثار" جو عرصہ ہوا نواب رائے کے نام سے شایع ہوا تھا اور اب تک کس مپرسی میں پڑا ہوا تھا سنہ حال سے ہائی اسکول کے اردو کورس میں داخل ہو گیا ہے۔ اور ان دنوں اسکی خوب مانگ ہو رہی ہے۔ اگر سررشتہ تعلیم ملک کے انشا پردازوں کی مدد کرنے پر آمادہ ہو تو اہل قلم اتنے پریشان حال نہ رہیں۔

جیسا کہ ناظرین زمانہ کو معلوم ہے کہ مسٹر رام بابو صاحب سکسینہ ایم۔ اے۔ آئی سی ایس۔ ڈپٹی کلکٹر صوبہ متحدہ نے انگریزی میں اردو ادب کی ایک مفصل تاریخ لکھکر اردو زبان پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ مگر اس مفید کتاب سے اردو دان

جماعت فائدہ نہین اٹھا سکتی۔ خوشی کا مقام ہے کہ پروپرائٹر صاحب مطبع منشی نولکشور کے اولوالعزمی کے بدولت اب یہ کمی بھی پوری ہونے والی ہے۔ بابو صاحب کی یادگار تصنیف کا اُردو ترجمہ لکھنو کے مشہور انشاپرداز مرزا محمد عسکری صاحب بی۔اے نے کیا ہے۔ اس ترجمے مین اصل کتاب مین بہت سے مفید اضافے کئے گئے ہین اور مصنّف کی تنقید کے ساتھ اُردو شعرا کے کلام کی برجستہ مثالین بھی پیش کی گئی ہین جس سے کتاب پہلے سے کہین زیادہ دلچسپ ہوگئی ہے۔ اصل کتاب مین بہ تقاضائے بشریت بعض غلطیان رہ گئی تھین وہ بھی اُردو ترجمہ مین رفع کردی گئی ہین۔ اُردو ایڈیشن کے پبلشر صاحبان کا خیال ہے کہ اس تاریخ ادب کیساتھ بعض نامور مصنفین کی تصویرین بھی ہدیۂ ناظرین کیجایئن۔ غرض کتاب ہر حیثیت سے اُردو کی ایک جامع مفید و دلچسپ کتاب ہوگی۔ اسکا حجم تقریباً ہزار صفحات ہوگا اور کتاب آخر جولائی تک شائع ہوجائے گی۔

آجکل مطبع نولکشور کے طرف سے مرزا محمد عسکری صاحب "مکتوبات غالب" کے نام سے اُردوئے معلّیٰ عود ہندی وغیرہ کا ایک مشرح ایڈیشن تیار کر رہے ہین۔ مرزا غالب کے تمام خطوط مفید حواشی اور مکمل نوٹس کے ساتھ اس مجموعہ مین شائع کئے جایئن گے۔ لکھائی چھپائی کا بھی خاص اہتمام ہوگا۔

مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن اُردو کی توجہ سے میر تقی مرحوم کی خود نوشت سوانحعمری موسومہ ذکرِ میر شائع ہوگئی ہے۔ اسکا مفصّل ریویو انشاء اللہ زمانہ کے کسی آیندہ نمبر مین ہوگا۔

ملکسنؔ زمانہ جوبلی نمبر کی جو قدردانی کی ہے اسپر کارکنان رسالہ کو ہر طرح سے خوش ہونے کا موقعہ ہے۔ قریب قریب سب اہل الرائے اصحاب نے اسکو بیحد پسند کیا ہے۔ ملک کے اخبارات و رسائل نے حوصلہ افزا ریویو لکھے اور عام و خاص نے اسکی قدردانی فرمائی۔ چنانچہ پانچسو کے قریب جو زائد نسخے اسکے چھاپے گئے تھے وہ سب آخر اپریل تک فروخت ہوگئے اور اب ہمارے پاس کوئی جلد فروخت کرنے کے لیے باقی نہین بچی۔ حالانکہ اب بھی بہت سے قدر شناس حضرات فرمائشات بھیج رہے ہین مگر ہم انکی تعمیل حکم سے معذور ہین۔ اسوقت قریب ۵۰ کے خواستین بلا تعمیل رکھی ہوئی ہین۔ اگر ایکہزار درخواستین اکٹھا ہوجائیں تو ہمکو اسکا دوسرا اڈیشن تیار کرانے مین بھی عذر نہ ہو ورنہ دوبارہ چھاپنے مین نقصان کے سوا کوئی نفع نہ ہوگا۔

الہ آباد کے ہندی ساہتیہ سمیلن نے ۵ فروری سنہ حال کو اُردو شاعرون کے طرز پر مختصر

افسانون کا ایک "سملن" ہمارے دوست منشی پریم چند کے زیر صدارت منعقد کیا تھا۔ ملک کے مشہور اُردو و ہندی افسانہ نگارون نے اپنے اپنے افسانے ناظرین کو سُنائے۔ شرط یہ بھی کہ کوئی افسانہ ہزار لفظون سے زائد نہو۔ بہترین افسانہ نگارون کیلئے سملن کی طرف سے انعامات بھی مقرر کیے گئے تھے۔ اور مُضافات سے جو افسانہ نگار شریک جلسہ ہوئے اونھین سملن نے سفر خرچ بھی دیا۔

کیا اچھا ہو اگر اُردو مین بھی اس قسم کے ادبی جلسے منعقد ہوا کرین۔

اسی طرح اورنگ آباد کالج کی ایک قابل قدر جدت بھی قابل تذکرہ ہے۔ انجمن ترقی اُردو کے مشہور و معروف سہ ماہی رسالہ اُردو مین مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی نے ۱۲۶۱ ہجری کے شعرائے دہلی کے ایک فرضی مشاعرے کا نہایت دلچسپ حال شایع کیا تھا جسمین آپ نے اسوقت کے سب مشہور مشہور شعرائے اُردو کے کلام کے نمونے۔ اُنکی شکل و شباہت۔ وضع قطع اور طرز ادا کا نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ دلکش پیرایے مین ذکر کیا تھا۔ طلبائے اورنگ آباد کالج نے اس نقل کو اصل کرکے دکھادیا۔ یعنی اپنے کالج کے سالانہ جلسے مین اگلے زمانہ کی تہذیب و وضع کی ہوبہو پابندی کے ساتھ ایک بزم مشاعرہ منعقد کی جسمین خاص طور پر یہ اہتمام کیا گیا کہ ہر چیز اُسی زمانے کی نقل کی گئی اور ہر شاعر کا حلیہ اور وضع قطع بھی وہ رکھی جو اصل مضمون مین بیان کی گئی تھی۔

شکر ہے کہ چند ماہ سے اُردو کا مشہور رسالہ مخزن ہمارے دوست حضرت حفیظ جالندھری کی ایڈیٹری مین از سر نو جاری ہوا ہے۔ لکھائی۔ چھپائی اور مضامین سب لحاظ سے ایڈیٹر صاحب مخزن اس رسالہ کی قدیم روایات کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہین۔ حال مین آپ نے سالانہ نمبر کے نام سے اسکا ایک خاص نمبر بھی غیر معمولی اہتمام سے شایع کیا ہے۔ رسالہ کا افتتاح اسکے نامور بانی سر عبد القادر صاحب کے ایک مضمون "اردو اور دکن" کے عنوان سے ہوا ہے۔ اور بہت سے قابل دید مضامین نظم و نثر ہین۔ پنجابی لٹریچر پر پروفیسر محمود شیرانی صاحب نے ایک محققانہ اور دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ مسٹر اسلم اور رموزی نے دو قابل قدر پُر مذاق مضامین لکھے ہین۔ پنجاب کی دیہاتی زندگی پر "افسانہ در افسانہ" کے عنوان سے خود حفیظ صاحب کا ایک قابل قدر افسانہ ہے۔ حصہ نظم مین کئی نظمین بار بار پڑھنے کے لایق ہین۔ تصویرون مین بھی اس نمبر کے ساتھ چار قابل قدر تصویرین بھی دی گئی ہین جسمین دو تصویرین فن مصوری کا بہترین نمونہ ہین۔ ہم اس نمبر کی اشاعت

کیلئے اپنے دوست حفیظ صاحب کو مبارکباد دیتے ہین۔ اور ناظرین زمانہ سے انکی قدردانی کی سفارش کرتے ہین۔ قیمت ۱۲؍ ہے شایقین منیجر صاحب مخزن لاہور سے طلب فرمائین۔

تصاویر

اس نمبر مین دو تصویرین تاریخی دلچسپی کی دی جاتی ہیں جنکو اُمید ہے ناظرین پسند فرمائیں گے یہ تصویرین کلکتہ اسکول آف آرٹ کے نامور مصورون کی بنائی ہوئی ہین۔ مصوری کے اس فن لطیف مین کیسی ترقی ہو رہی ہے اس کا کچھ حال ان تصویرون سے معلوم ہو سکتا ہے۔

نورجہان اس سوداگر کی گود مین ہے۔ جسنے اسکو سرراہ پڑا پایا تھا اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا تھا شاہجہان قلعہ آگرہ مین اپنی چہیتی بیٹی کے ساتھ ہے۔ تصویر زبان حال سے دنیا کے نشیب و فراز کی ایک عبرت انگیز داستان کہہ رہی ہے۔

اعلان

ہندوستانی ایکاڈیمی کو ایسے مترجموں کی ضرورت ہے جو انگریزی سے بامحاورہ اردو ہندی یا ہندی میں ترجمہ کر سکیں۔

مترجم ایکاڈیمی کے ملازم نہ ہونگے۔ جو لوگ سائنس اور ادبی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں انکو نمونے کیساتھ ۳۰ جون تک درخواست دینا اور شرائط طے کرنا چاہیئے۔

تاراچند جنرل سکریٹری ہندوستانی ایکاڈیمی الہ آباد

ہندستانی ایکاڈیمی صوبہ متحدہ

نے کچھ رقم اس غرض سے علیحدہ کر دی ہے کہ اس سے اُن اُردو ہندی کتابوں کے طبع اور اشاعت کرے جن کو ایکاڈیمی منظور کرے گی کتابیں خواہ کسی فن کی ہوں۔ جو لوگ اپنی کتابیں چھپوانا چاہتے ہوں انکو اپنے مسودے ایکاڈیمی میں بھیجنا چاہیئے اور طے کرنا چاہیئے کہ کن شرطوں پر وہ اشاعت کیلئے دینا چاہتے ہیں مسودہ بالکل مکمل صورت میں اسطرح ہو کہ ایک صفحہ پر لکھا ہوا اور دوسرا سادہ رہے مسودہ دفتر میں ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء تک پہنچ جائے۔

جنرل سکریٹری ہندستانی ایکاڈیمی الہ آباد

For Lung Troubles

پھیپھڑے کے امراض کے لیئے

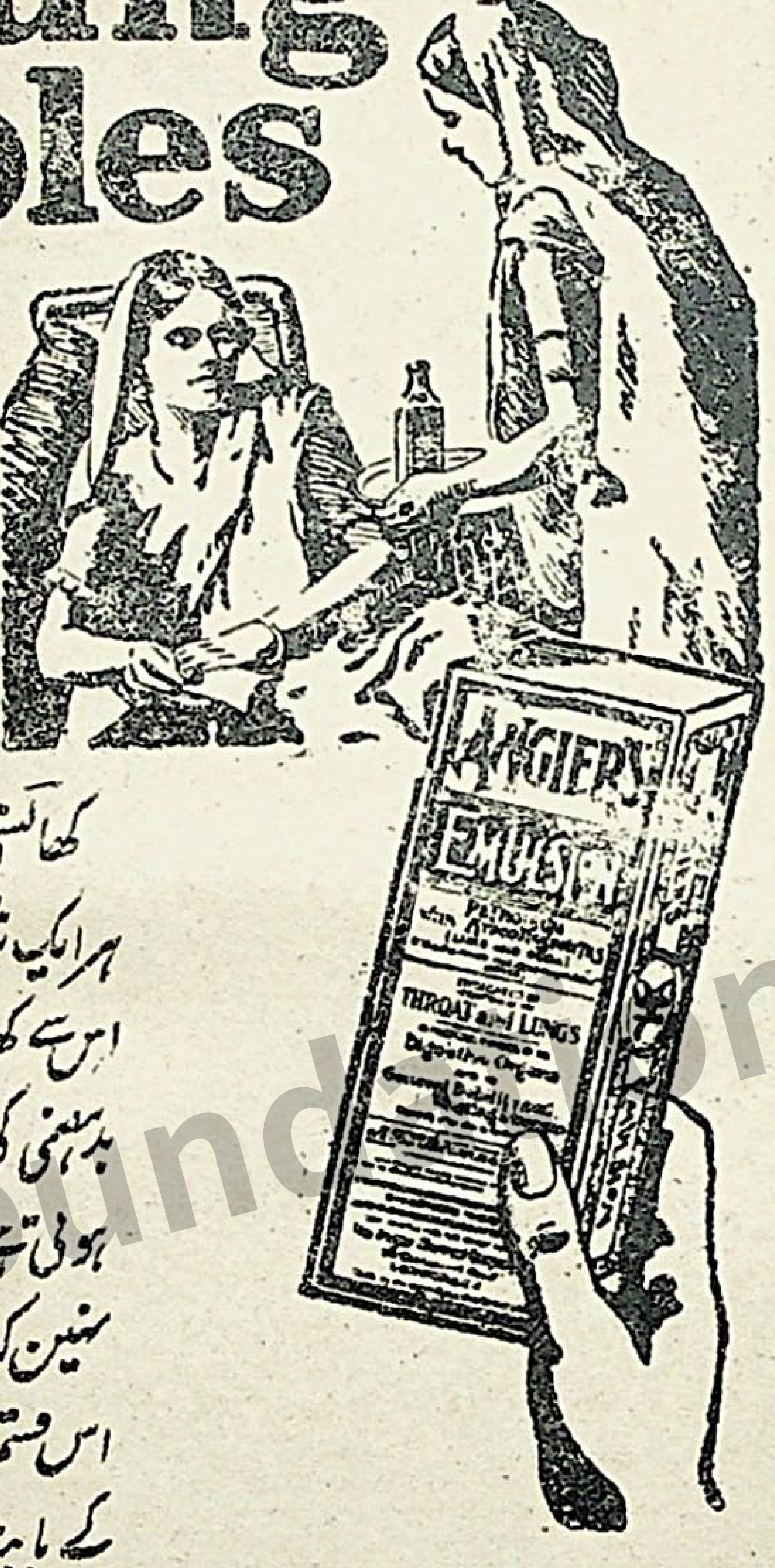

کھانسی۔ برانکاٹیز، نمونیا، تپ دق اور گلے یا پھیپھڑوں کی ہر ایک شکایت کا مسلمہ و مستند علاج **انجیرس املشن** ہے اس سے کھانسی رفع ہو جاتی ہے۔ پھیپھڑے درست اور قوی ہو جاتے ہین بدہضمی کی اصلاح ہو جاتی ہے اور عام تندرستی اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبان کسی اور املشن کی ایسی زبردست سفارش نہین کرتے ہین۔ اور نہ کسی دوسرے املشن کے پاس سل و دق اور اس قسم کی دیگر گھلا دینے والی بیماریون مین مفید ثابت ہونے کے بابت اس قدر اسناد ہین جن سے **انجیرس املشن** ہندوستان بھر مین غیر معمولی شہرت حاصل ہو گئی ہے اور یہ تمام خاص خاص بازارون مین فروخت ہوتا ہے اور سب لوگ اس کے استعمال کی سفارش کرتے ہین۔ آپ بھی اپنے دوستون سے اسکی بابت پوچھیئے۔

انجیرس املشن مین کسی قسم کی حیوانی چربی نہین ہے۔ اور اسکی تیاری اس طرح ہوتی ہے کہ آدمی کے ہاتھ اسکو چھو نہین پاتے ہین۔ اسواسطے اسکو ہر مذہب و ملت اور ذات و قوم کے لوگ استعمال کر سکتے ہین۔

ANGIER'S EMULSION

Of all Chemists and Bazars

Taj Tahir Foundation

ضرورت ہے!

کروسن آئیل یعنی مٹی کا تیل اور پٹرولیم پراڈکٹس بیچنے کے لیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ مفصل شرائط مندرجہ ذیل پتہ سے دریافت کیجیے۔

ایل-پی- اینڈ کو لمیٹڈ
پوسٹ بکس ع‌۹۱۵ کلکتہ
پوسٹ بکس ع‌۱۲۸۶ مدراس
پوسٹ بکس ع‌۴۱۸ رنگون
ع‌۴ بارو روڈ لکھنؤ یا دیوی نواس
پال گھاٹ

ضرورت ہے!

ہندوستاں بھر میں اپنے فالتو وقت میں تنخواہ اور کمیشن پر کروسین آئل اور پٹرولیم پروڈکٹس کمپنی کے حصے بیچنے والوں کی ضرورت ہے۔

درخواست حسب ذیل پتہ پر آنا چاہیئے

پوسٹ بکس ع‌۹۱۵ کلکتہ
پوسٹ بکس ع‌۱۲۸۶ مدراس
پوسٹ بکس ع‌۴۱۸ رنگون
ع‌۴ بارو روڈ- لکھنؤ یا دیوی نواس
پال گھاٹ

اردو کی مستند کتابیں

لغات اردو ہر چہار جلد	للعہ	قواعد میر دہلوی	۶ر
لغات کشوری	للعہ	دستور الشعراء	۸ر
شاعر ہر چہار جلد	عہ	لغت جلال	۸ر
مرقع ادب خطوط شعراء اول	عہ	دیوان دبیر و میر	۱۲ر
مرقع ادب جلد دوم	عہ	دیوان وصف	۱۲ر
مشاطہ سخن	عہ	جان اردو	۶ر
چکبست و شرر	عہ	زباندان	۶ر
دیوان بیم	عہ	اصلاح زبان اردو	۶ر
گلزار داغ	عہ	اصول اردو	۶ر

نوٹ- فہرست کتب مفت منگائیے۔

ملنے کا پتہ
خواجہ عبدالرؤف عشرت حافظ خانساماں لکھنؤ

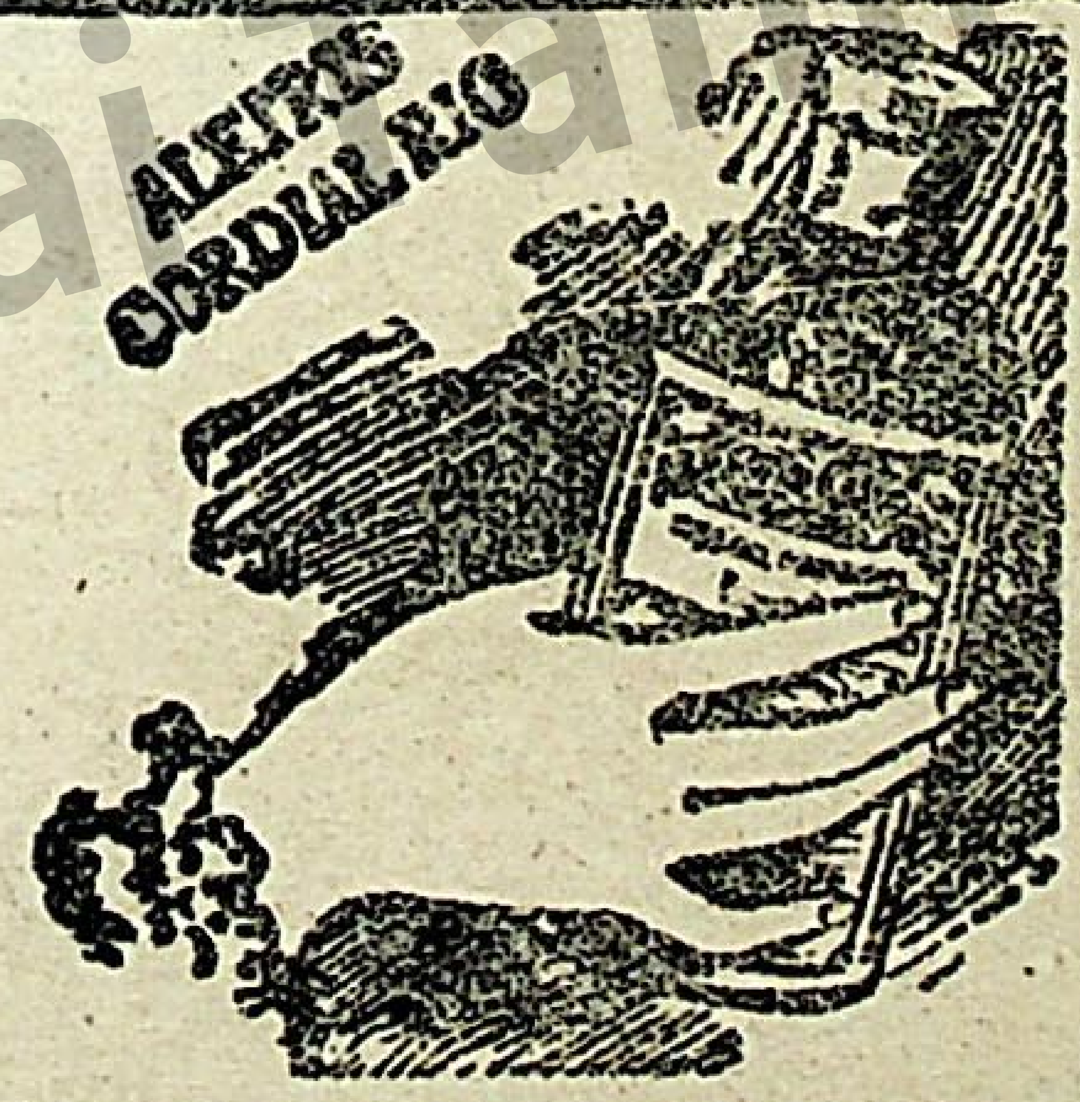

THE WOMAN'S TONIC

الٹراس کارڈی آئل یعنی اکسیر نسوان
ڈاکٹر اس کو جسمانی صحت کی برقراری کیلئے بہترین علاج قرار دیتے ہیں۔ ہر گھر میں اسکا رہنا نہایت ضروری ہے۔
ماں بیٹی اور بہن کے واسطے بہترین دوائی

Rio ChemicaL Co.
79, BARROW STREET,
NEW YORK (U.S.A.)

دار الاشاعت پنجاب لاہور

لڑکون کے لیئے کتابین

وہ تصانیف جو اخبار پھول کے سلسلے مین چھپ کر بے انتہا مقبول ہوئی ہین۔ اور جو لڑکون کو مطالعہ کا شوقین بنا دیتی ہین۔

ہندوستان ہمارا

از ابو الاثر حفیظ جالندھری۔ ہندوستان کی تاریخ جس طریق سے مدرسون مین پڑھائی جاتی ہے۔ اس سے نہ وہ بچون کو دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور نہ وہ اس سے کسی قسم کا فائدہ اوٹھا سکتے ہین۔ اردو کے نامور شاعر ابو الاثر حفیظ جالندھری نے بچون کے لیئے دلفریب اور سبق آموز بنانے کو پہلی مرتبہ تاریخ ہند کی مشہور کہانیان آسان اور بہت موثر انداز مین نظم مین لکھی ہین۔ اس کتاب مین رامائن۔ مہابھارت۔ سری کرشن مہاراج۔ گوتم بدھ۔ سکندر۔ پٹھان اور مغل بادشاہون۔ سکھون اور انگریزون کے حالات پر بیحد روانی اور قادر الکلامی سے نظمین لکھی گئی ہین۔ جس سے ہندوستان کی تاریخ کے تمام اہم واقعات آنکھون کے سامنے گذر جاتے ہین۔ اور ان تمام قومون کی عظمت اور شوکت کا نقشہ نظرون کے سامنے کھنچ جاتا ہے جو مختلف زمانون مین ہندوستان پر حکومت کر چکی ہین مصنف نے ایسی تمام باتون کو نظر انداز کر دیا ہے جنکا کسی جماعت یا فرقے کو ناگوار گزرنے کا ڈر تھا۔ اور ہر مضمون پر خود متاثر ہو کر نظم لکھی ہے۔ کتاب مین ستر کے قریب نظمین ہین۔ اور شروع مین علامہ عبد اللہ یوسف علی صاحب آئی۔ سی۔ ایس پرنسپل اسلامیہ کالج کا دیباچہ ہے۔ کتابت۔ کاغذ۔ طباعت نہایت اعلیٰ۔ چودہ رنگین بلاک کی تصویرین۔ نہایت خوبصورت جلد اور سرورق۔ رکھنے کے طور پر پڑھنے کے قابل کتاب۔ قیمت ایک روپیہ دس آنہ ۱۰ؔ/۱

عمر عیار۔ داستان امیر حمزہ مین سے عمر عیار کے دلچسپ اور پر مذاق کارنامون کا لڑکون کیلیئے انتخاب حصہ اول عہ۔ حصہ دوم عہ

ژنگی۔ ایک لڑکے کی داستان جو بھیڑیون مین پلا تھا۔ حیرت انگیز انداز بیان۔ قیمت حصہ اول ۶ر حصہ دوم ۹ر

بن باسی اور رستم۔ رڈیرڈ کپلنگ کی مشہور کہانی رکی ٹکی ٹیوی۔ ہندوستانی لڑکون کے لیئے۔ قیمت ۴ر

گدگدی۔ بیحد دلچسپ اور ہنسانے والی کہانیان اور نئے اور نہایت عمدہ لطیفے۔ روتون کو ہنسانیوالی کتاب حصہ اول ۸ر حصہ دوم ۱ر

پرستان۔ پریون کی بے انتہا دلچسپ اور پر لطف کہانیون کا دلفریب مجموعہ حصہ اول ۷ر حصہ دوم ۵ر

پھولون کی کلیان۔ لڑکون کے لیئے سید امتیاز علی صاحب تاج بی اے کی بہترین کہانیون کا مجموعہ حصہ اول ۷ر حصہ دوم ۹ر

الف لیلہ کی کہانیان۔ لڑکون کے لیئے پھر لکھی گئی ہین۔ علی بابا چالیس چور ۵ر۔ تین بہنون کی کہانی ۵ر ابو الحسن ۶ر۔ سندباد جہازی ۱۰ر۔ ماہی گیر کی کہانی ۵ر۔ سوداگر کی کہانی ۵ر۔ بدر بادشاہ اور جواہر شہزادی ۱۰ر

پچیس کتابون کا سیٹ۔ گیارہ سے سولہ سال تک کی عمر کے بچون کے لیئے۔ اور کم قیمت کی۔ مفصل حال فہرست مین دیکھیئے۔ چند یہ ہین:۔ شہزادہ عزیز ۵ر۔ پادری کا دلچسپ قصہ ۳ر۔ سنہری پری ۳ر صابر شہزادی ۴ر بھولی تتلیان ۵ر۔ چور و مار راجہ ۳ر۔ دو بھائی ۶ر

دار الاشاعت پنجاب ۱۹۵۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

Taj Tahir Foundation

مولوی محمد شفیع صاحب (ممبر بجیس لیٹو اسمبلی) مظفر پور

اظہار مسرت

ڈاکٹر ایس. کے برمن کی ادویات کے استعمال سے مین نہایت خوش ہون آپکی دوائین ہر طرح سے مفید اور کارآمد ہین. مین نے صاحب موصوف کا ایجاد کردہ "کیشراج" تیل کو استعمال کیا اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا. واقعی "کیشراج" تیل سر کے بھاری پن کو دور کرنے. اسے ہلکا تراوٹ پہونچانے مین نہایت فائدہ مند ہے. مین اُمید کرتا ہون کہ اہل ملک آپکی مُفید ادویات سے ضرور فائدہ حاصل کرین گے.

کیشراج

مسرور دل ہے اور مُعطر دماغ ہے
خوشبو سے کیشراج کے دل باغ باغ ہے

تیل کی زیادہ تعریف کرنا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے. یہ مقولہ بالکل درست ہے کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" یعنی روغن وہی عمدہ ہے کہ جسکے لگانے سے لگانیوالا خود مسرور ہو جائے. نیز دوسرے لوگون کے دماغ بھی مُعطر ہو جائین. روغن وہی عمدہ کہا جا سکتا ہے جو بالون کی چمک دمک اور خوبصورتی کو بڑہا دے. اُنکی جڑون کو مضبوط کرے. قبل از وقت سفید نہ ہونے دے اور دماغی کمزوریون کو دور کر کے دماغ کو ٹھنڈک اور آنکھون کو تراوٹ بخشے. چنانچہ اس خوشبودار روغن مین یہ جملہ صفتین موجود ہین. کیونکہ انہین صفات کو مدنظر رکھکر اعلیٰ درجہ کی قیمتی و مفید اجزا کے مُرکبات سے یہ روغن تیار کیا گیا ہے. جسنے ایکبار خرید اہمیشہ کے لیئے خریدار بن گیا. آپ بھی ایک بار آزمایش کیجیے. قیمت فی شیشی ایکروپیہ عہ محصولڈاک ۸/ تین شیشی دو روپیہ چودہ آنہ ۲؏۱۴ محصولڈاک ۱۴/

نوٹ - ہماری جملہ ادویات مندرجہ فہرست قیمت پر ہر جگہ ملتی ہین. خریداران کارخانہ ہذا سے دوا منگانے سے قبل ہمارے مقامی ایجنٹ دوافروشون سے خرید لیا کرین اس سے وقت اور ڈاک خرچ دونون مین کفایت ہوگی.

ڈاکٹر ایس کے برمن (صیغہ نمبر ۱۱۸) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ - کلکتہ

ایجنٹ { چھوٹے لال اینڈ سنس کلکٹر گنج
محمد حافظ محمد ناصر نیا گنج } **کانپور**

ایک نظر ادھر بھی

سائنس کے متعلق سامانات

اسکول۔ کالج۔ زراعت۔ رنگائی۔ دیگر ہر ایک قسم کے کارخانہ جات کے واسطے ہم سے طلب فرمائیں۔

مفصل حالات کے واسطے نئی فہرست مفت طلب کریں۔

پتہ - ایس - وی - سوانی (بی - ایس - ای) گرگام بمبئی نمبر ۴

سریمد بھگوت گیتا اردو

گیتا اونپشد کا آج تمام دنیا مین ڈنکا بج رہا ہے - یہ تمام شاستروں سدھانتون مین مکٹ منی ہی - گیتا سب تتوں کا سار اور بھارت ورش کا انمول رتن ہی - اس گرنتھ کا ترجمہ سب ہی زبانون مین ہوگیا ہے - یہ پستک علم ویدانت مین بے نظیر و روحانی مسائل حل کرنے مین لاثانی خزانہ ہی - اسمین مہاراج سری کرشن چندر نے ارجن کو وے اپدیش دیئے ہین جسکے پاٹھ کرنے و سمجھنے سے حرفت یعنی گیان کا دریا دل مین امنڈ آتا ہے اور کام کرودھ - لوبھ - موہ - اہنکار ہر دے سے دور ہو کر سار اسنسار سوپن کی مانند جھوٹا نظر آنے لگتا ہے اور گیان و ویراگ پیدا ہو کر مایا موہ کے ناش ہونے سے یہ جیو پرماتما کے دھیان مین لولین ہو عجیب آنند پاتا ہے اور آخر مین نردان پد کو پراپت کرتا ہے - اس گرنتھ کی بھاشا ایسی عمدہ و زود فہم رکھی گئی ہے کہ استری پرش بدیارتھی وغیرہ کی سمجھ مین بآسانی آجاتی ہے اور مشکل باتین جو ہر ایک بدیارتھیون کی سمجھ مین بہ مشکل آتی تھین اونکی ٹیکا بہت سہل کردی گئی ہے - اس لیئے ہر ایک شخص و مخصوص اسکولوں کے طلبا وغیرہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے - یہ پستک ہاتھون ہاتھ فروخت ہو کر تھوڑی رہی ہین - جلدی کیجیے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا - قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ ؏

سریمد بھاگوت اردو بھاشا

معروف بہ سکھ ساگر

سریمد بھاگوت جو اٹھارہ پرانون مین مہا پران کہا جاتا ہے اور جس کے پڑھنے اور سننے سے یہ جیو بھو ساگر سنسار سے پار ہو کر مکت پدوی حاصل کرتا ہے - اوسی اپورب گرنتھ کا یہ انمول ترجمہ ہے - مترجم نے اردو بھاشا نثر عبارت کے سلسلہ مین بیچ بیچ دوہے چوپائی - کبت - سورٹھا وغیرہ ایسے ملت و خوبی و عمدگی سے لکھے ہین گویا بھگوت بھگت گنڈ مین پھولے ہوئے کملون کی سوبھا سے شوبھت کر دیا ہے - اسکے نت پاٹھ کرنے و سننے سے پرماتما کا اپور و پریم بڑھ کر چت مین شانت روپی آنند بڑھتا ہے - اور انت مین یہ جیو مایا موہ کو چھوڑ کر پرم پد کو حاصل کرتا ہے - بھگوت پریمیون کے اوش منگانے اور پڑھنے کے جوگ ہے -

قیمت کاغذ سفید مجلد پانچ روپیہ بارہ آنہ ۱۲/۵ - بلا جلد پانچ روپیہ ؏

المشتہر

منیجر نول کشور پریس صیغہ بک ڈپو - لکھنؤ

Telegram. Caweashopper. Bombay.

باٹلی والے کی

۴۴ برس کی سودیشی دوائین

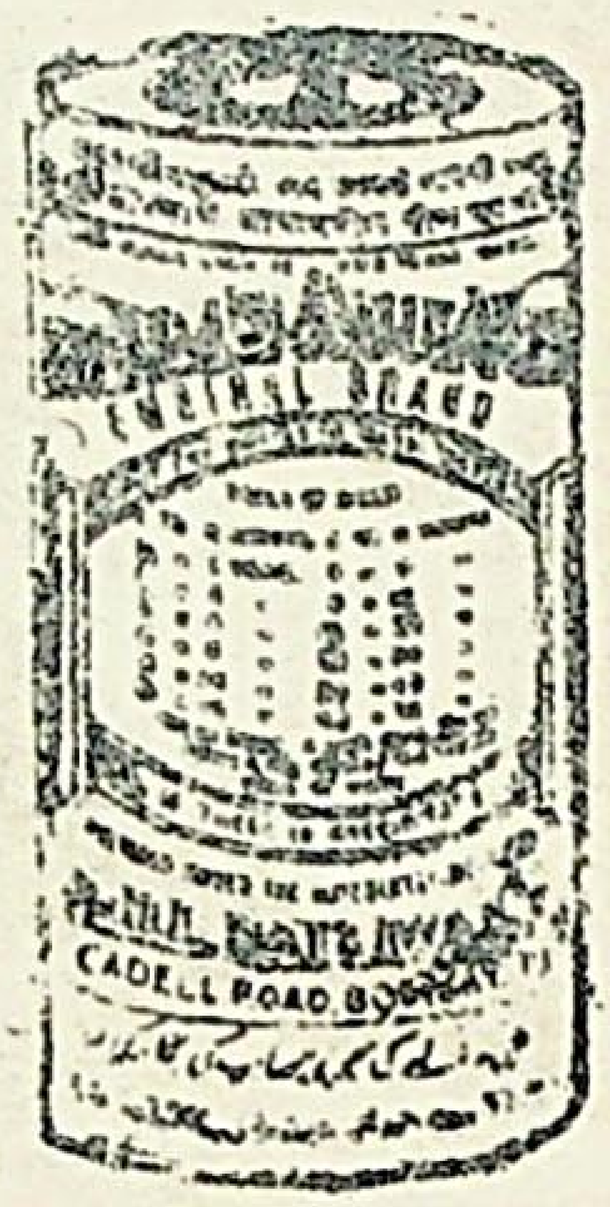

باٹلی والا کا اگیو مکسچر یہ دوا انفلوینزا بخار اور روزانہ اور چوتھے روز آنیوالے بخار کے لئے اکسیر ہے۔

باٹلی والا کی اگیو کی گولیان " " " " " " " " "

باٹلی والا کا بالامرت سیرپ۔ یہ دوا کمزور اور دُبلے بچون اور ضعیف انسانون کے لیئے بیحد مفید ہے۔

باٹلی والا کا کیوراِل بام۔ یہ دوا درد سر اور سینہ کے درد اور پٹھون کے کھنچنے کے لیئے اکسیر ہے۔

باٹلی والا کا ڈائریا مکسچر۔ یہ دوا ہیضہ کی بیماری اور گرمی سے قے دست روکنے کے لئے اکسیر ہے۔

باٹلی والا کی کونین کی ٹکیان ایک گرین دو گرین کی بوتل مین اعلیٰ اور ولایتی کونین سے بنی ہوئی۔

باٹلی والا کی یہ دوا کھجلی اور جلدی بیماریون کے لئے بیحد مفید ہے۔

باٹلی والا کی کونین کی گولیان۔ یہ گولیان پیلے چہرے اور بے کم خون والون کے لیئے اکسیر ہے۔

باٹلی والا کا دانت کا منجن۔ یہ منجن دانتون کو موتی کی مانند سفید... بیحد مضبوط بناتا ہے۔

ایجنٹونکی ضرورت ہے

Dr. H. L. Batliwala Sons & Co. Ltd.

-Sayani Road. post Cadell Road. Bombay No. 14.

پتہ۔ ڈاکٹر ایچ ایل باٹلی والا اینڈ سنس کمپنی لمیٹڈ پوسٹ کیڈل روڈ۔ بمبئی نمبر ۱۴۔

۹۰ فیصدی اشرف المخلوقات کی دائمی تکالیف کا قلع قمع

قبض دائمی اور بدہضمی جو تمام امراض کے منبع ہین تقریباً ۹۰ فیصدی انسان انسے نالان ہین طرح طرح کی تدابیر کرتے ہوئے بھی پوری صحت حاصل نہین ہوتی بلکہ دیگر امراض کے شکار بنجاتے ہین۔ ایسے اشخاص کے لیئے ہماری تیار کردہ مشہور عالم آتنک نگرہ گولیان غیبی امداد ہین۔ یہ گولیان قبض دائمی کو دور کرکے معدہ کو مضبوط بناتی ہین۔ قوت ہاضمہ کو تیز کرکے خوراک اچھی طرح ہضم کرکے خون صالح پیدا کرکے اعلیٰ درجہ کی طاقت و توانائی بخشتی ہین۔ عورتون اور مردون کے امراض مخصوصہ کی شرطیہ علاج ہین۔ لاکھون اشخاص مستفید ہوکر صحت حاصل کرچکے ہین اور کر رہے ہین۔ ایک دفعہ ضرور تجربہ کرین۔

قیمت فی ڈبیہ ۱۲ یوم کے لیئے صرف ایک روپیہ عہ ۵ ڈبیان صرف چار روپیہ للعہ

امرتا نواوہ یعنی (بحر آبحیات) نحیف الجسم ضعیف الدماغ قوا کے لئے امرتا نواوہ بہمہ صفت موصوف ہے۔ جسم کو معقول فربہی دیکر دماغ اور دل کو فرحت بخشتا ہے قبل از وقت کی ضعیفی کو دور کرکے قوی الجسم بنادیتا ہے مقوی آیورویدک ادویہ کا مرکب ہے۔ ہمارے شاستر کہتے ہین کہ کچھ عرصہ تک اس دوا کا استعمال کرنے سے بڈھا بھی جوان ہو جاتا ہے۔ نہایت لذیذ اور مزیدار صبح بطور ناشتہ ایک تولہ استعمال کرسکتے ہین۔ قیمت فی ڈبیہ صرف دو روپیہ عہ

ملنے کا پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گووندجی۔ جام نگر (کاٹھیاوار)

ایجنٹ۔ عبد الکریم اینڈ سنس جنرل ٹرین سٹیشن روڈ۔ کان پور

۳۰ سال کا آزمودہ گورنمنٹ ہند و جرمن سے رجسٹری کیا ہوا

سُدھا سندھو

کف ۔ کھانسی ۔ ہیضہ ۔ دمہ ۔ سنگرہنی اپھارہ پیٹ کا درد ۔ جی متلانا ۔ بچوں کے ہرے پیلے دست ۔ دودھ ڈالنا ۔ انفلوئنزا وغیرہ کی اکسیر مثل دوا ہے جسکے چند قطرے پانی ڈالکر پینے سے ایک ہی خوراک مین فائدہ ہوتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصول ڈاک ۱۶ر ڈاکٹرون عطارون اور حکیمون کو نمونہ مفت

بال سُدھا

جاڑون مین بچون کو سردی کھانسی اور زکام سے بچائے رکھنے کے لئے بال سدھا نہایت مفید ہے ۔ پینے مین میٹھا ہونے سے سستا ۔ بچہ موٹا اور تندرست رہتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ۱۲ر ڈاک خرچ ۷ر

دُدروگج کیسری

بغیر کسی تکلیف جلن کے داد کو صرف ۲۴ گھنٹہ مین تمام کر دینے والی ایک دوائی ہے قیمت صرف ۴ر انگریزی عام محصول معاف

ہر جگہ سب دوا فروشون سے مل سکتی ہے

بڑی فہرست مفت منگا کر دیکھیے

ملنے کا پتہ

سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

کیا آپ کمزور ہین ؟

آپ سناٹوجن کے
ذریعہ نئی طاقت
حاصل کر سکتے ہین

جسمانی طاقت اور جھلکتی ہوئی تندرستی پر ہر آدمی کو فخر ہوتا ہے ۔

آپ بھی کسی وقت مضبوط آدمی رہے ہونگے لیکن کسی سخت بیماری مین مبتلا ہوئے یا بہت زیادہ محنت کرنے یا عیش و عیاشی و بے غذائی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے آپکی تندرستی خراب ہو گئی ہے ۔

آپ کمزور ہو گئے ہین

سناٹوجن نہایت مقوی غذا ہے اسکو استعمال کر کے اپنے جسم اور خون کی قوت بڑھا لیجیے ۔

سناٹوجن کے بدولت نئی طاقت حاصل کر لیجیے ۔

ہاپوڑ ریاونٹ ڈپو ڈاکٹر ایچ ایچ ڈبلیو ہارٹ واقع بابو گڈھ صوبہ متحدہ تحریر فرماتے ہین ۔

مین سالہا سال سے اپنے روزمرہ پریکٹس مین برابر سناٹوجن استعمال کرتا ہون لیکن کبھی آجتک مجکو اسکے فوائد کے متعلق کوئی مایوسی نہین ہوئی

آج ہی ایک بوتل خرید لیجیے

SANATOGEN

اصلی مقوی غذا

سب بازارون مین ہر دوکان پر مل سکتی ہے
سناٹوجن مین تیاری یا پیکنگ کے وقت کبھی ہاتھ نہین چھوئے جاتے ہین

Taj Tahir Foundation

موسم گرما میں استعمال کرنیوالی ٹھنڈی مقوی ادویہ

اکسیر ۵۶ دافع جریان احتلام و رعت ... ٹھنڈی دوائی قیمت فی پاؤ للعہ آدھ پاؤ عہ نمونہ ۸ر

اکسیر ۶۵ خاص طور پر جریان و احتلام کو مفید ہے ٹھنڈا سفوف ہے قیمت آدھ پاؤ ایک روپیہ (عہ)

اکسیر ۱۹ (کشتہ قلعی درجہ اول) دافع جریان رعت و احتلام مقوی باہ قیمت فی تولہ ۲ر ماشہ (عہ)

اکسیر ۱۶ حب دافع جریان و رعت ... نیز ذیابیطس مقوی دل و دماغ مولد خون صالح۔ پرانے سے پرانے بخاروں میں نافع قیمت ۳۲ گولی للعہ چار روپیہ۔ نمونہ ایک روپیہ

اکسیر ۲۷ حب دافع جریان و رعت تیسرے پہر کھا دیں تو بھی اثر ہو ضرورت پر قوت بحال کرنیوالی قیمت ۴ گولی عہ نمونہ ۲ گولی

اکسیر ۴۷ سفوف مثانہ کی گرمی جلن و سرخی پیشاب کو دور کرتی ہے۔ دافع جریان وغیرہ۔ اور گرم مزاجوں کو مقوی باہ ہے۔ قیمت فی تولہ آٹھ آنے ۸ر

اکسیر ۵۴ سفوف مردوں کی بیج اور عورتوں کے دودھ بڑھانے اور قوام کو درست کرنے میں بے نظیر ہے قیمت فی پاؤ دو روپے (عہ) نمونہ آٹھ آنہ (۸ر)

اکسیر ۵۵ سفوف دافع احتلام اور مقوی دماغ و حافظہ قیمت فی پاؤ دو روپے (عہ) نمونہ آٹھ آنہ ۸ر

اکسیر ۵۷ سفوف دافع احتلام غیر شادی شدہ کو مفید ہے کیونکہ خواہشات بھی قابو میں لاتا ہے قیمت آدھ پاؤ ایک روپیہ عہ

اکسیر ۵۹ سفوف گرم بلغمی مزاجوں کی رعت کے واسطے بے نظیر ہے قیمت خوراک ۲ یوم دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ۸ر)

اکسیر ۶۱ معجون دافع رعت مقوی اعضاء رئیسہ ... بدل افیون وغیرہ قیمت للعہ نمونہ ایک روپیہ (عہ)

اکسیر ۶۴ عرق دافع دل و دماغ۔ وحشت گن۔ احتلام جریان ویسے ہی یا کسی شربت میں ملا کر پی سکتے ہیں

قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

وٹ طلاء مقوی طلاء خوب پالش کردہ باندھنے کی ضرورت نہیں۔ غسل کا پرہیز نہیں قیمت دو روپے (عہ)

امرت دھارا کی سلور جوبلی کے دلچسپ حالات دیکھنے ہوں تو رپورٹ سلور جوبلی مفت منگوا لیں

صحت و درازی عمر کے راز از یادگار سلور جوبلی صرف ٹکٹ برائے نام بھیج کر مفت منگوا سکتے ہیں

خط و کتابت تار کا پتہ:۔ امرت دھارا ۔ لاہور

المشتہر

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بلڈنگس امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

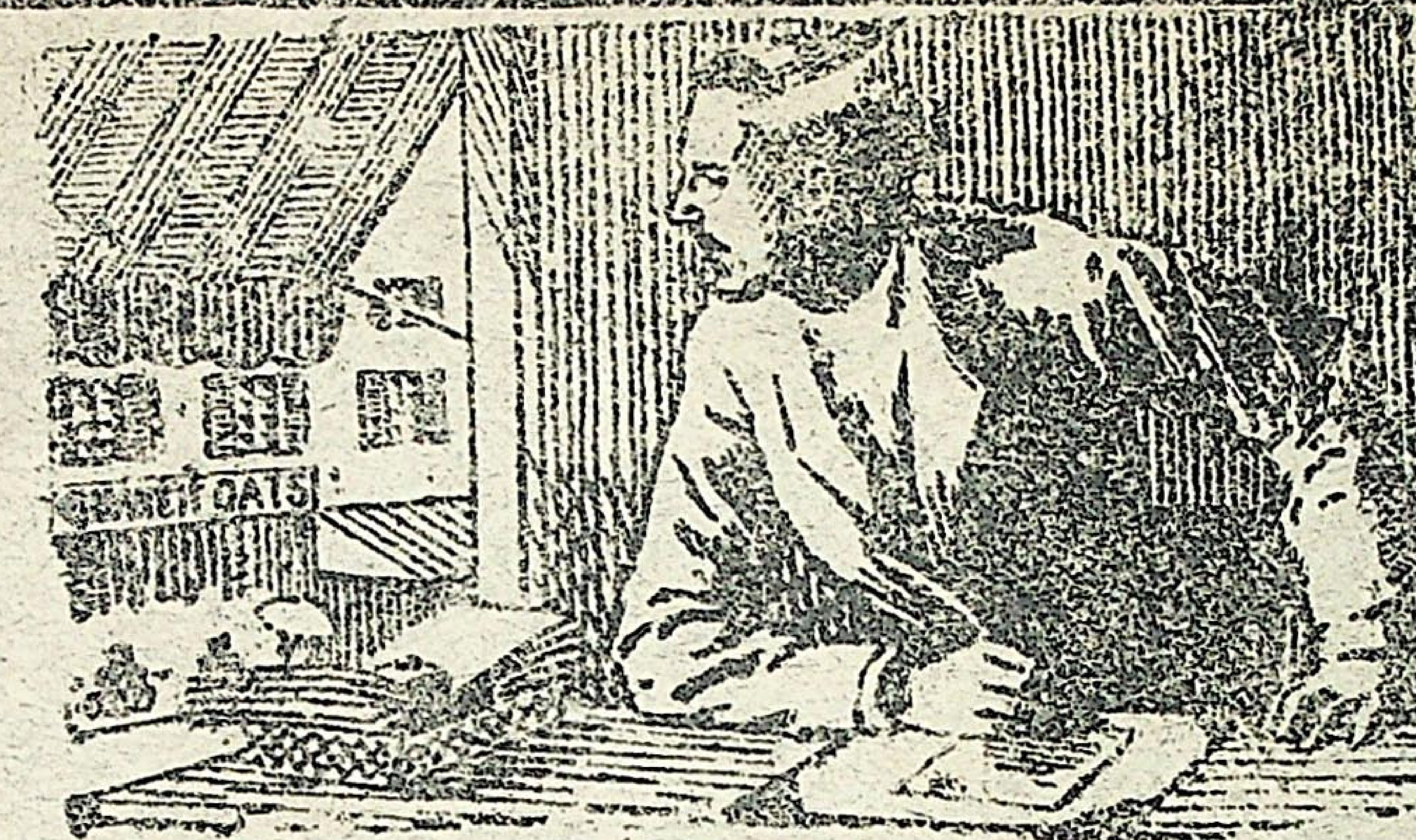

کیا آپ کا صبح کا ناشتہ
آپ کے مزاج کے موافق ہے

آپ کے کام کرنے کی قابلیت اسپر منحصر ہے کہ آپ صبح کیا کھاتے ہیں۔

اگر آپ صبح ہی کے دوران میں بھوکے ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ تھک جاتے یا گھبرا اُٹھتے یا گرانی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ تو آپ دن کا بہترین حصّہ یعنی صبح کا وقت جب آپ دن بھر کا دو تہائی کام کر سکتے ہیں۔ ضائع کر دیتے ہیں۔

کویکر اوٹس دوپہر تک آپ کی قوت اور چستی قائم رکھے گا۔ یہ سفید اوٹس نامی دنیا کے بہترین مقوی غلّہ سے بنایا جاتا ہے اسمیں پروٹین کاربو ہائیڈریٹ وغیرہ وہ تمام ضروری معدنی اجزا اور وٹامنس جو تندرستی کے لیے بیحد مفید ہیں بکثرت موجود ہیں۔

آپ ہر روز صبح کویکر اوٹ استعمال کیا کیجیٔ

Quaker Oats

اسکے تیاری میں کسی آدمی کا ہاتھ نہیں چھوا جاتا ہے

منشی دیا نرائن نگم کے اہتمام سے زمانہ پریس میں طبع ہو کر شایع ہوا